Digitized by Khilafat Library Rabwah

(ماہنامہ اردو)

ریویو آف ریلیجنز

(قادیان)

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

مترجم

علی محمد اجمیری

بابت ماہ محرم ۱۳۵۸ھ — مطابق ماہ مارچ ۱۹۳۹ء

جلد ۳۸ — عدد ۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرون ہند تین روپے، اور بیرون ہند ساڑھے تین روپے ہے۔

طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط وکتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلّہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز

(قادیان)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۸ | ۹- محرم الحرام ۱۳۵۸ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۳۹ء | عدد ۳

فہرست مضامین

انسانی پیدائش کے متعلق اسلامی نقطۂ نگاہ	صہ ۳	از افاضات سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
مذہب کیا ہے؟	صہ ۲۵	از حقانی ایم۔ اے۔
اندلس یعنی مسلم سپین	صہ ۳۹	از جناب مولانا عبد الرحیم صاحب درد۔ ایم اے سابق مبلغ انگلستان
ہستی باری تعالیٰ	صہ ۴۶	از خان بہادر مولانا عطاء الرحمٰن صاحب ایم۔ اے۔ شیلانگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے جُدا ہو چکا تھا، اور اس وقت سے آزادانہ ترقی کر رہا تھا۔ گویا انسان کی جانوروں سے جدائی اس بندر سے نہیں ہوئی جس سے جُدائی ڈارون پیش کرتا ہے بلکہ اس سے بہت پہلے سے ہو چکی تھی مگر بہرحال انسانی ترقی ارتقاء کے ماتحت ہی ہوئی ہے، یکدم نہیں ہوئی۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی پیدائش اور تہذیب کے متعلق قرآن کریم کونسا نظریہ پیش کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اس بارے میں سب سے پہلا اصل یہ بیان کیا ہے کہ انسان کی پیدائش ارتقائی ہے، چنانچہ فرمایا، مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝ (نوح ع-۱) یعنی اے انسانو! تمہیں کیا ہو گیا، کہ تم یہ خیال نہیں کرتے کہ اللہ بے حکمت کام نہیں کیا کرتا، بلکہ جب بھی وہ کوئی کام کرتا ہے، تو حکمت سے کرتا ہے۔ تم اتنی موٹی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں یکدم پیدا نہیں کیا، بلکہ قدم بقدم کئی دَوروں میں سے گذارتے ہوئے بنایا۔ کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ اللہ نے سات آسمانوں کو ایک دوسرے کی مطابقت میں رہنے والا بنایا ہے، اور اس نے چاند اور سورج بنائے۔ اور ان دَوروں میں سے جن میں سے خدا تعالےٰ نے تمہیں گذارا ہے ایک دَور یہ بھی تھا، کہ اس نے تمہیں زمین میں سے برآمد کیا۔

یہ ابتدائی پیدائش کا نقشہ ہے جو قرآن کریم نے کھینچا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ارتقاء کا وہ مسئلہ جسے یورپ والے آج پیش کر رہے ہیں، قرآن کریم نے اُسے آج سے تیرہ سو سال پہلے ظاہر کر دیا تھا۔ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا میں یہ بتایا ہے، کہ ہم نے کئی دَوروں میں سے گذارتے ہوئے تمہیں یہاں تک پہونچایا ہے، اور وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا میں یہ بتایا ہے، کہ یہ جو درجہ بدرجہ ترقی ہوئی ہے اس میں انسان کی پیدائش دراصل زمین سے شروع ہوئی ہے، پھر ہم اسے بڑھاتے بڑھاتے کہیں سے کہیں لے گئے ہیں۔

دوسری بات اس ضمن میں قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتی ہے، کہ انسانی پیدائش کا دَورِ اوّل عدم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھا، چنانچہ فرماتا ہے اَوَ لَا یَذْکُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ یَکُ شَیْئًا (مریم-۵) یعنی کیا انسان کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ ہم نے اُسے پیدا کیا، حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ آجکل کی پیدائش اور قسم کی ہے، آجکل انسان نُطفہ سے پیدا ہوتا ہے، مگر اِس آیت میں جس خَلق کی طرف اشارہ ہے، وہ اس دَور سے بہت پہلے کا ہے۔ گویا ابتدائی حالت انسان کی عدم تھی، پھر خدا اسے عالمِ وجود میں لایا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے، کہ اسلام یہ نہیں کہتا، کہ عدم سے وجود پیدا ہُوا، بلکہ وہ یہ کہتا ہے، کہ پہلے عدم تھا، پھر وجود ہُوا۔

انسان کا دورِ ثانی قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ ایک زمانہ میں اس کا وجود تو تھا، مگر بلا دماغ تھا، گویا دماغی ارتقاء سے پہلے کی حالت میں تھا۔ خواہ جمادی رنگ میں ہو، خواہ نباتی رنگ میں، مگر بہرحال حیوانی رنگ میں نہ تھا، چنانچہ اس حالت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے، هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ○ (دھر-۱) یعنی ضرور انسان پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے، جبکہ وہ مذکور شَے نہ تھا۔ گویا انسانی وجود تو تھا، مگر حِس شناخت نہ تھی۔

انسانی پیدائش کا دورِ ثالث وُہ تھا جبکہ وہ ایسی شکل میں آیا، کہ اس کی پیدائش نطفہ سے ہونے لگی۔ اس دَور کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (دھر-۱) یعنی ہم نے انسان کو مرکب نطفہ سے پیدا کیا۔ اس دَور میں انسان کو نر و مادہ کی تمیز ہو گئی، وُہ آپس میں ملتے تھے، اور اس سے ان کی نسل ترقی کرنے لگی۔

انسانی پیدائش کا دورِ رابع وہ تھا، جبکہ وہ سمیع اور بصیر بنا، یعنی کرید، تحقیق، ایجاد اور ترقی کا مادہ اس میں پیدا ہُوا، اور وہ حیوانی حالت سے ترقی کر کے حیوانِ ناطق بن گیا۔ اس امر کا ذکر فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ○ میں ہے۔ [۱]

اس دَور میں جبکہ انسانی پیدائش نطفہ سے ہونے لگ گئی تھی، اور وہ مذکر و مؤنث بن گئے تھے، اس میں ابھی انسانیت نہیں آئی تھی، بلکہ حیوانیت ہی تھی، کیونکہ گو نر و مادہ کی تمیز پیدا ہو گئی تھی مگر

---

[۱] پھر ہم نے بنایا اسے سننے والا اور دیکھنے والا (الدھر-۱)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ تمیز حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح گو اس دَور میں وہ سامع اور باصر تھا، مگر سامع اور باصر تو حیوان بھی ہوتے ہیں، کیونکہ وہ بھی دوسروں کی طرح دیکھتے اور آہٹ سُن لیتے ہیں۔ پس اس دَور میں وہ حیوان تھا۔ لیکن اس کے بعد دور رابع اس پر وہ آیا، جبکہ دماغی اور ذہنی ارتقاء کی وجہ سے تحقیق اور کُرید کا مادہ اس میں پیدا ہو گیا، اور وہ سامع اور باصر سے ترقی کر کے سمیع اور بصیر بن گیا۔ سُننا اور دیکھنا تو ایک جانور بھی ہے، مگر اسے سمیع و بصیر نہیں کہہ سکتے۔ سمیع و بصیر میں عقل، تحقیق اور ایجاد کا مفہوم پایا جاتا ہے "اور یہ انسانی صفات ہیں حیوانی نہیں۔

یہ سب دَوروں کی ابتدائی کڑیاں ہیں۔ درمیانی زمانوں کا ذکر خدا تعالےٰ نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ قرآن کریم کوئی سائنس کی کتاب نہیں ہے، وہ ضروری باتوں کا ذکر کر دیتا، اور باقی امور کی دریافت کو انسانی عقل پر چھوڑ دیتا ہے۔

اسلام نے انسانی پیدائش کے متعلق قرآن کریم میں جو امور مختلف آیات میں بیان فرمائے ہیں، اُن سے یہ نتائج نکلتے ہیں، کہ:۔

(۱) انسانی مادہ ازلی نہیں ہے (۲) انسان کی پیدائش ارتقاء سے ہوئی ہے (۳) انسان انسان کی حیثیت سے ہی پیدا کیا گیا ہے، یہ خیال صحیح نہیں ہے، کہ بندروں کی کسی قسم سے ترقی کر کے انسان بنا ہے (۴) پہلے وہ جمادی دَور سے گذرا ہے (۵) پھر حیوانی دَور سے، جبکہ زندگی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن عقل پیدا نہ ہوئی تھی (۶) پھر عقل پیدا ہوئی اور وہ حیوانِ ناطق ہو گیا (۷) پھر اس سے ترقی کر کے وہ متمدن انسان ہو گیا، جس کی طرف ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا[1] میں اشارہ کیا ہے، یعنی انفرادی ترقی کی جگہ نظام اور قانون کی ترقی نے لے لی، اور پارٹی سسٹم شروع ہو گیا۔

یہ چار بڑے بڑے دَور ہیں جو قرآن کریم سے معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی جمادی دَور، حیوانی دَور، عقلی دَور اور تمدنی دَور۔ ان کے درمیان اور کڑیاں ہیں، جو حذف کر دی گئی ہیں۔ لیکن بہرحال انسانی دَور وہی کہلا سکتا ہے، جبکہ بشر نے عقل حاصل کی، لیکن اس دَور کو حقیقی معنوں میں دَورِ انسانیت نہیں کہا جا سکتا

---

[1] پھر اس نے بنایا تم کو جوڑے (فاطر - ۲)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکہ انسان کی کامل خصوصیت عقل نہیں، بلکہ نظام اور قانون کے ماتحت زندگی بسر کرنا ہے، اس لئے اصطلاحاً عقل والے دَور کو بشری دَورِ اوّل کہا جا سکتا ہے، اور نظام والے دور کو انسانی، یعنی پہلے دَور میں وہ صرف بشر تھا، اور دوسرے دَور میں بشر اور انسان دونوں اس کے نام تھے۔

غرض انسان کا عقلی دَور دو حصوں میں منقسم تھا، ایک حصہ وہ تھا، کہ اس میں عقل تو تھی، مگر انفرادی حیثیت رکھتی تھی، تمدنی حِس نے ترقی نہ کی تھی، وہ اکیلے اکیلے یا جوڑوں کی صورت میں زندگی بسر کرتا تھا، دوسرا دَور وہ آیا جبکہ تمدنی حِس ترقی کر گئی، اور وہ ایک قانون کے تابع ہونے کا اہل ہو گیا، اور اس وقت انسان کامل بنا۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ جب انسانوں کے اندر یہ مادہ پیدا ہو گیا، کہ وہ نظام اور قانون کے ماتحت رہیں، اور ان میں تمدنی رُوح پیدا ہو گئی، تو اس وقت سب سے پہلا شخص جس کا دماغ نہایت اعلیٰ طور پر مکمل ہؤا، اُس کا نام خدا تعالےٰ نے آدم رکھا۔ اور چونکہ جو قانون دیر سے چلا آ رہا ہو، اس میں لوگ آسانی سے تبدیلی برداشت نہیں کر سکتے، اس لئے جب کامل انسانیت کی ابتدا ہوئی، ناقص انسانوں کا بقیہ حصہ اس کے ساتھ تعاون کرنے سے قاصر تھا، کیونکہ گو ان میں عقل تھی، مگر مادۂ تعاون و تمدن پیدا نہ ہؤا تھا، جیسے ایک سِدھا ہؤا گھوڑا اگر غیر سدھے گھوڑے کے ساتھ جوت دیا جائے، تو دونوں ملکر کام نہیں کر سکتے۔

قرآن کریم نے پہلے انسان کامل کا نام آدم اس لئے رکھا، کہ وہ کُھلی زمین میں مکان بنا کر رہنے لگا، اور کُھلی زمین پر رہنے کے سبب سے اس کا جسم گندمی رنگ کا ہو گیا، جیسا کہ سورج کی شعاع پڑنے سے ہو جاتا ہے، عربی میں ادیم سطح زمین کو کہتے ہیں، اور اُدمۃ گندمی رنگ کو، پس آدم کے معنے سطح زمین پر رہنے والے، یا گندمی رنگ والے کے ہیں، اور دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے، یعنی کُھلی ہوا اور زمین پر رہنے کی وجہ سے اس کے رنگ پر اثر پڑا۔ اس سے پہلے تمام انسان غاروں میں رہتے تھے، کیونکہ سطح زمین پر اکیلے اکیلے رہنے میں حملہ کا خطرہ تھا، اس لئے وہ آسانی سے سطح زمین پر رہنے کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ تبھی سطح زمین پر رہ سکتے تھے جب بہت سے آدمی ایک جگہ اکٹھے ہوں، اور وہ متحدہ طاقت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور یہ صورت اسی وقت ہو سکتی تھی جب انسانوں میں اکٹھے رہنے کی عادت ہو، اور وہ ایک قانون اور نظام کے پابند ہوں۔ پس آدم اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے سب سے پہلے سطح زمین پر رہنے والے انسان تھے۔

اس آدم کے زمانہ میں لازماً بشری دَور اوّل کے زمانہ کے بھی کچھ لوگ تھے، جو تمدّنی قوانین کی برداشت نہیں کر سکتے تھے، اور لازماً وہ سطح زمین پر سہولت سے نہیں رہ سکتے تھے، کیونکہ جو قوت مجموعی طاقت سے حاصل ہو سکتی ہے، اور جو انسان کو کُھلے میدان میں رہنے میں مدد دیتی ہے، وہ انہیں حاصل نہ تھی، پس وہ غاروں میں رہتے تھے، جیسا کہ جانور وغیرہ رہتے ہیں۔ اور چونکہ ان میں تمدن نہ تھا، اس لئے انکے لئے کوئی قانون بھی نہ تھا۔

حضرت آدمؑ کے زمانہ میں جب یہ فیصلہ کیا گیا، کہ لوگ سطح زمین پر رہیں، اور غاروں میں رہنا چھوڑ دیں، تو وہ لوگ جو سطح زمین پر نہیں رہنا چاہتے تھے، انہوں نے ان کی مخالفت کی، جیسے افریقہ کے حبشی جو پہلے ننگے رہا کرتے تھے، جب انگریزوں نے انہیں کپڑے پہنانے کی کوشش کی، تو وہ کپڑے پہننے سے انکار کرتے تھے۔ جس چیز کی انسان کو عادت نہ ہو اس سے وہ گھبراتا ہے۔ حضرت آدمؑ کے زمانہ میں بھی چونکہ ایسے لوگ تھے، جو قانون کی پابندی نہیں کر سکتے تھے، اس لئے انہوں نے سطح زمین پر رہنا پسند نہ کیا، اور وہ بدستور غاروں میں رہتے رہے۔ جنس ایک ہی تھی، لیکن اس کا ایک حصّہ تو سطح زمین پر آگیا، اور دوسرا سطح زمین پر نہ آیا۔ اور جس طرح انسان کامل سطح زمین پر رہنے کی وجہ سے آدم نام پانے کا مستحق تھا، اسی طرح انسان ناقص غاروں میں رہنے کی وجہ سے جِنّ نام پانے کا مستحق ہوا۔ کیونکہ جِنّ کے معنے پوشیدہ رہنے والے کے ہیں۔ پس اس وقت نسل انسانی کے دو نام ہو گئے، ایک وہ جو آدم کہلاتے تھے، اور دوسرے وہ جو جِنّ کہلاتے تھے۔ آدم کے ساتھ تعلق رکھنے والے میدانوں میں جھونپڑیاں اور مکانات بنا کر اکٹھے رہنے لگ گئے، اور کُھلی ہوا میں رہنے سے گندم گوں ہو جانے کے باعث وہ آدم کہلائے، اسی طرح وہ انسان بھی کہلائے، کیونکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے اُنس رکھتے، اور ایک دوسرے سے تعاون کرتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے لوگ، جو غاروں میں چُھپکر رہتے تھے، جِنّ کہلائے، اسی وجہ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عربی زبان میں بعد میں بھی بڑے بڑے آدمیوں کو، جو اندر چھپکر رہتے ہیں، اور عموماً باہر نہیں نکلتے، جن کہا جانے لگا۔ اسی طرح غیر اقوام کے افراد پر بھی جن کا لفظ بولا جاتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں غیر قوموں کے لوگوں کے لئے جن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مگر چونکہ یہاں تفصیل کا وقت نہیں ہے، اس لئے میں وہ آیات بیان نہیں کرتا۔

قرآن کریم سے یہ امر ثابت ہوتا ہے، کہ آدم پہلا بشر نہیں تھا۔ بلکہ اس سے پہلے بھی انسان موجود تھے۔ چنانچہ آدم کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے فرشتوں سے کہا، اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" (بقرہ-۴) یعنی میں زمین میں ایک شخص کو خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، اگر آدم پہلا شخص ہوتا جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، تو خدا فرشتوں سے یہ کہتا، کہ میں زمین میں ایک شخص کو پیدا کرنے والا ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا، بلکہ یہ کہا، کہ میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ اور لوگ پہلے سے زمین میں موجود تھے، اللہ تعالیٰ نے آدم کو ان میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔

اسی طرح سورۂ اعراف رکوع دوم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔ یعنے اے انسانو! ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر ہم نے تم کو ترقی دی، اور تمہارے دماغی قوٰی کو مکمل کیا، پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا، کہ آدم کو سجدہ کرو۔ اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے، کہ پہلے کئی انسان پیدا ہو چکے تھے، اور آدم کا واقعہ بعد میں ہوا ہے، کیونکہ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ پہلے میں نے آدم کو پیدا کیا، اور پھر فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ اسے سجدہ کرو، بلکہ جمع کا صیغہ استعمال کر کے فرمایا کہ میں نے تم کو پیدا کیا، اور تمہاری صورتوں کی تکمیل کی، اور پھر آدم کے متعلق ملائکہ کو حکم دیا، کہ اسے سجدہ کریں،

میں نے ایک دعویٰ یہ کیا تھا، کہ آدم اور ابلیس نسلِ انسانی میں سے ہی تھے، اس کا ثبوت بھی قرآن کریم سے ملتا ہے، چنانچہ آدم کی پیدائش کے ذکر کے دوران میں فرماتا ہے، فَاَزَلَّھُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْھَا فَاَخْرَجَھُمَا مِمَّا کَانَا فِیْہِ وَقُلْنَا اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ

Digitized by Khilafat Library Rabwah
فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ۝ (بقرہ - ۴) یعنی آدم اور اس کی بیوی کو شیطان نے ورغلایا، نتیجہ یہ ہوا، کہ ہم نے کہا، اِهْبِطُوْا اے شیطان کے لوگو، اور اے آدم کے ساتھیو، تم سب کے سب یہاں سے چلے جاؤ - اِهْبِطُوْا جمع کا صیغہ ہے - اگر صرف حوّا اور آدم کو یہ حکم دیا ہوتا تو ان کے لئے جمع کا صیغہ استعمال نہ کیا جاتا، بلکہ تثنیہ کے صیغہ سے مخاطب کیا جاتا - پس یہاں خطاب آدم، حوّا اور اس کے ساتھیوں، نیز ابلیس اور اس کے ساتھیوں کو ہے - خدا تعالےٰ ان سب کو حکم دیتا ہے، کہ اس علاقہ سے چلے جاؤ، کیونکہ اب تمہاری آپس میں عداوت ہو چکی ہے، یہ آیت اس بات کو بالکل صاف کر دیتی ہے، کہ آدم اور ابلیس دونوں نسل انسانی میں سے تھے۔

سورۂ طٰہٰ رکوع ہفتم میں اِهْبِطَا تثنیہ کے صیغہ سے بھی آیا ہے، مگر وہاں آدم اور ابلیس کے دو گروہ مراد ہیں - ان سے خطاب کر کے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، کہ تم دونوں فریق یہاں سے چلے جاؤ - چنانچہ جمیعًا کا لفظ اس بات کی تائید کرتا ہے، کہ یہاں تثنیہ کا صیغہ دو گروہوں کے لئے استعمال ہوا ہے، کیونکہ عربی زبان میں جَمِیْعًا کا لفظ دو افراد کے لئے کبھی استعمال نہیں ہوتا۔ پس حقیقت یہ ہے، کہ چونکہ آدم کے بھی کئی ساتھی تھے، اور شیطان کے بھی کئی ساتھی تھے، اس لئے اِهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًا کے الفاظ سے دونوں گروہوں کو مخاطب کیا۔

اس امر کا ایک اور ثبوت کہ آدم اور ابلیس الگ الگ جنس میں سے نہ تھے، بلکہ ایک ہی جنس میں سے تھے، یہ ہے، کہ سورۃ بقرہ میں اللہ تعالےٰ شیطان کے ساتھیوں اور آدم کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے، قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یعنی اے آدم کے ساتھیو! اور اے ابلیس کے ساتھیو! تم سب یہاں سے چلے جاؤ، مگر یہ یاد رکھو کہ کبھی کبھی تمہارے پاس میرے نبی آیا کریں گے، تم میں سے جو اُن کو مانیں گے، انہیں کوئی خوف اور حزن نہ ہوگا - یہ آیت بتاتی ہے، کہ آدم کی اولاد کبھی شیطان کی ساتھی ہو جایا کرے گی، اور کبھی شیطان کی اولاد آدم کی ساتھی ہو جایا کرے گی - گویا یہ دونوں نسلیں آپس میں تبادلہ کرتی رہیں گی، کبھی شیطان کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نسل آدم کی نسل ہوجائیگی، اور کبھی آدم کی نسل شیطان کی نسل ہو جائیگی، کیونکہ ابلیس اور نسل ابلیس کے لئے اس آیت سے ایمان لانے کا امکان ثابت ہوتا ہے، اور اگر ان کے لئے ایمان لانا ممکن ہی نہ تھا، تو اُن کی طرف ہدایت کے آنیکا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا۔

اور سورہٴ اعراف میں تو یہاں تک آتا ہے، کہ آدم کی نسل اور ابلیس کی نسل دونوں اسی زمین کے اندر زندہ رہیں گی، اسی میں مریں گی، اور اسی میں سے ان کا حشر ہوگا، فرمایا فِیۡهَا تَحۡیَوۡنَ وَ فِیۡهَا تَمُوۡتُوۡنَ وَ مِنۡهَا تُخۡرَجُوۡنَ ۔ پس معلوم ہوا کہ جن کسی اور جنس کے لوگ نہیں ہیں، بلکہ ان کی اور بنی آدم کی نسل ایک ہی ہے، فرق صرف اخلاق اور اعمال کا ہے، جس کی وجہ سے اُنکے نام جُدا جُدا رکھدیئے گئے۔

یہاں پر یہ سوال ہو سکتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے انس اور جن دو الگ الگ نام رکھ کے فرق کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے، کہ جس طرح موجودہ زمانہ میں کافر و مومن دو ناموں سے انسانوں کو یاد کیا جاتا ہے، اسی طرح اُس زمانہ میں انس اور جن دو ناموں سے انسانوں کو یاد کیا جاتا تھا کیونکہ اس زمانہ میں اختلاف کی بناء تمدن تھی، اس لئے مومن و کافر کی جگہ انس و جن دو نام ان کے رکھے گئے، تا اُس وقت کی بنائے اختلاف کو ظاہر کر دیا جائے، اور بتایا جائے، کہ انس وہ تھے جنہوں نے الٰہی حکم کے مطابق باہمی اُنس کو اختیار کر کے متمدن زندگی کی بنیاد رکھی، اور جن وہ تھے، جنہوں نے اس سے انکار کر کے اطاعت سے باہر رہنے، اور تمدنی زندگی کے اختیار نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ پس جن کا لفظ تیرہ سو سال پہلے سے اس (Cave man) کی خبر دیتا ہے، جسے یورپ نے آج دریافت کیا۔ ہمارے قرآن نے اس (Cave man) کا ذکر جن کے نام سے، جس کے قریباً لفظی معنے (Cave man) یعنی غاروں میں رہنے والے کے ہیں، صدیوں پہلے کر دیا تھا۔

اگر کہا جائے، کہ ابلیس تو کہتا ہے خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِیۡنٍ (ص - ۵) یعنی اے خدا تونے مجھے آگ سے بنایا ہے، اور آدم کو ایسی مٹی سے بنایا جس میں پانی ملا ہوا تھا۔ پس جب ان کی پیدائش مختلف اشیاء سے ہے، پھر وہ ایک کس طرح ہو گئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے، کہ جب دونوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا ایک ہی جگہ رہنا، مرنا اور دفن ہونا، اور پھر ایک ہی جگہ سے حشر ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے، تو وہی معنے اس آیت کے درست ہونگے، جو دوسری آیات کے مطابق ہوں۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ عربی زبان کا یہ محاورہ ہے، جو قرآن کریم میں بھی استعمال ہوا ہے، کہ عرب لوگ بولتے ہیں خُلِقَ مِنْ فُلَانٍ جس کے معنے یہ ہیں کہ یہ شخص فلاں چیز سے پیدا کیا گیا ہے، اور اس سے مراد یہ ہوتی ہے، کہ یہ چیز اس کی طبیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (انبیاء-۳) یعنی انسان جلدی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اب جلدی کوئی مادی چیز نہیں ہے، جس سے خدا نے انسان کو بنایا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان بہت جلد باز ہے، اور اس کی طبیعت میں جلد بازی کا مادہ ہے۔ اسی طرح فرمایا اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ ضُعْفٍ (روم-۶) یعنی اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، اس کے معنے بھی یہ نہیں ہیں، کہ ضعف کوئی مادہ ہے، جس سے انسان بنا ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں پیدائش کے وقت کمزوری ہوتی ہے۔ ان دونوں آیتوں سے خُلِقَ مِنْ فُلَانٍ کے معنے بالکل واضح ہوجاتے ہیں، اور انہی معنوں میں ابلیس کہتا ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ یعنی اے اللہ! تو نے میری طبیعت ناری بنائی ہے، اور آدم کی طینی، یہ تو غلام فطرت ہے، اس لئے دوسرے کی بات مان لیتا ہے، لیکن میں جو ناری طبیعت رکھتا ہوں، کس طرح دوسرے کی غلامی کرسکتا ہوں اُردو میں بھی کہتے ہیں، کہ فلاں شخص تو آگ ہے، یعنی بہت تیز مزاج اور تند خُو ہے، اگر اسے کوئی نصیحت کی بات بھی کہی جائے تو مشتعل ہوجاتا ہے۔

اور طِین کے معنے ہیں مٹی جو دوسری شے کے نقش کو قبول کرلیتی ہے، پس آدم کی طبیعت طین والی ہوگئی تھی، یعنی وہ نظام کے ماتحت دوسرے کی بات مان سکتا تھا، جو فریق اس اطاعت کے لئے تیار نہ تھا، اس نے اس کی فرمانبرداری سے انکار کیا، اور کہا کہ ہم اعلیٰ ہیں، ہم غلامی اختیار نہیں کرسکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ناری مزاج ہمیشہ نظام سے بغاوت کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو حُر کہتے ہیں، اور طینی مزاج نظام کے ماتحت چلتے ہیں، اور اپنے آپ کو کامل انسان کہتے ہیں۔ دونوں اصولوں کا جھگڑا آج تک چلا جارہا ہے، دونوں اسی زمین میں رہتے، اسی میں مرتے، اور اسی میں دفن ہوتے ہیں، اور دونوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہی کی طرف نبی آتے، اور ان سے خطاب کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں آگ کا محاورہ بھی استعمال ہوا ہے، چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک چچا کی نسبت فرمایا۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ؕ یعنی ہلاک ہو گئے ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو گیا۔ ابولہب کے لفظی معنے "شعلوں کا باپ" ہیں، مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اس سے آگ نکلتی تھی، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ شیطانی قسم کے لوگوں کا سردار تھا۔ پس خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ یا مَارِجٍ مِّنْ نَّارٍ میں اشارہ انسان کی اس حالت کی طرف ہے جبکہ وہ ابھی متمدن نہیں ہوا تھا، اور نہ شریعت کا حامل تھا۔

ایک اور زبردست انکشاف قرآن کریم آدم کی نسبت یہ کرتا ہے، کہ جنت میں لائے جانے سے پہلے ہی اس کے پاس اس کی بیوی تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں آدم کی بیوی کی پیدائش کا ذکر ہی نہیں ہے، بلکہ مختلف آیات سے ظاہر ہوتا ہے، کہ بیوی عام طور پر اس کے ساتھ تھی۔ اس مقصد کے لئے جب ہم قرآن کریم پر غور کرتے ہیں، تو ہمیں مندرجہ ذیل مقامات میں آدم کی بیوی کا ذکر ملتا ہے:۔

(۱) سورۂ بقرہ میں آدم کی بیوی کے پیدا کرنے کا کوئی ذکر نہیں، محض یہ حکم ہے کہ یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ یعنی اے آدم تُو اور تیری بیوی دونوں جنت میں رہو۔ یہ نہیں کہا، کہ آدم اکیلا تھا، اور اس کی پسلی سے حوّا کو پیدا کیا گیا۔ بلکہ آیت کا اسلوب بیان صاف ظاہر کرتا ہے کہ میاں بیوی دونوں پہلے سے موجود تھے، انہیں یہ حکم دیا گیا کہ فلاں جگہ رہو۔

(۲) سورۂ اعراف میں بھی صرف یہی ذکر ہے کہ یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔

(۳) سورۂ طٰہٰ میں ہے یٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ۔ یعنی اے آدم! یہ شیطان تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے۔ یہاں بھی بیوی کی پیدائش کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ان تینوں جگہوں میں آدم کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے، اور اس کی بیوی کا ذکر محض ایک عام بات کے طور پر کیا گیا ہے، حالانکہ اگر آدم اکیلا ہوتا، اور حوّا کو بعد میں اس کی پسلی سے پیدا کیا گیا ہوتا، تو یہ ذکر خاص اہمیت رکھتا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضروری اطلاع

بعض دفتری مصالح کے پیش نظر مارچ ۱۹۳۹ء سے رسالہ کی تاریخ اشاعت ہر انگریزی ماہ کی یکم کر دی گئی ہے۔ اس سے قبل تاریخ اشاعت پانچ تھی۔ خریدار اصحاب مطلع رہیں۔ اگر کسی صاحب کو اندرونِ ہندسات تاریخ تک رسالہ نہ ملے اور وہ ہمیں بندرہ تاریخ تک مطلع فرمادیں، تو رسالہ دوبارہ مفت ارسال کر دیا جائیگا لیکن اسکے بعد اطلاع ملنے پر پانچ آنے فی رسالہ قیمت وصول کی جائیگی:

اکثر دیکھا گیا ہے کہ احباب اپنا چندہ محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی معرفت بھیجتے ہوئے کوپن میں اپنا خریداری نمبر نہیں لکھتے، جس سے دفتری اندراجات میں بہت تاخیر، دقت اور الجھن واقع ہوتی ہے، لہذا احباب سے گذارش ہے، کہ آئندہ اس بات کا خاص خیال فرمائیں۔ دفتر سے خط وکتابت کرتے وقت بھی خریداری نمبر ضرور لکھنا چاہیئے:

مینیجر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہاں سورۂ نساء رکوع ۱، اور سورۂ اعراف رکوع ۲۴، اور سورۂ زمر رکوع ۱ میں ایک بیوی کی پیدائش کا ذکر ہے، اور ایک جگہ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کے الفاظ ہیں، اور باقی دو جگہوں میں جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا کے الفاظ۔ اور ان الفاظ سے یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے، کہ شاید عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، مگر ان تینوں مقامات میں خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ کے الفاظ ہیں، آدم کا ذکر نہیں ہے، کہ یہ شبہ کیا جا سکے کہ یہاں آدم سے حوا کی پیدائش بیان ہوتی ہے چنانچہ سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا یعنی اے انسانو! اپنے اس رب کا تقویٰ اختیار کرو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا۔ ان الفاظ میں آدم اور اس کی بیوی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ یہی حال سورۂ اعراف اور سورۂ زمر کی آیات کا ہے۔ ان میں خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ کے الفاظ ہیں، آدم کا لفظ نہیں ہے بلکہ ان تینوں ہم معنی آیات میں سے سورۂ اعراف کی آیت سے بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مراد عام انسان ہیں نہ کہ آدم، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَآ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔ یعنی خدا ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، تا وہ (اس سے تعلق رکھکر) سکون اور اطمینان حاصل کرے، پھر جب اس نے اپنی بیوی سے صحبت کی، تو اُسے ہلکا سا حمل ہو گیا۔ مگر جب اس کا پیٹ بھاری ہو گیا (اور دونوں کو معلوم ہو گیا کہ حمل قرار پکڑ گیا ہے) تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اے الٰہی اگر تُو نے ہمیں تندرست اور خوبصورت بچّہ عطا کیا، تو ہم تیرے شکر گزار رہیں گے، مگر جب اللہ نے انہیں تندرست اور اچھا بچہ دیدیا، تو انہوں نے اللہ کا بعض اور لوگوں کو شریک بنا لیا۔ اور اللہ بلند ہے اس سے جسے وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے، کہ یہاں عام انسانوں کا ذکر ہے، آدم اور حوّا کا ذکر نہیں ہے۔ کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آدم اور حوّا نے پہلے یہ دعا کی تھی کہ ہمیں صالح لڑکا عطا فرما، اور جب وہ پیدا ہو گیا تو انہوں نے مشرکانہ خیالات کا اظہار کیا؟ ہرگز نہیں۔ پس یہاں عام انسانوں کا ذکر ہے، اور چونکہ تینوں آیات کے الفاظ ایک سے ہیں، اس لئے معلوم ہوا کہ سب جگہ ایک ہی معنے ہیں۔

دراصل خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ سے مراد صرف یہ ہے کہ ایک ایک انسان سے قبائل و خاندان چلتے ہیں، اگر ماں باپ مشرک ہوں، تو قبیلوں کے قبیلے ان کی وجہ سے مشرک ہو جاتے ہیں، اور اگر وہ نیک ہوں، تو نسلاً بعد نسلٍ ان کے خاندان میں نیکی چلی جاتی ہے۔

اور بیوی اس میں سے ہونے کے معنے اسی کی جنس میں سے ہونے کے ہیں۔ ان معنوں کے بعد اگر آدم پر بھی ان آیات کو چسپاں کیا جائے، تو بھی یہی معنے ہونگے، کہ آدم کی بیوی بھی اسی کی جنس سے تھی۔ یعنے طینی طبیعت کی تھی، ناری طبیعت کی نہ تھی۔

الغرض جب یہ ثابت ہو گیا، کہ آدم کے وقت میں اور مرد و عورت بھی تھے، اور آدم کی بیوی انہیں میں سے تھی، یعنی ان کی ہم مذہب اور ہم جنس تھی، تو یہ سوال کہ آدم کی اولاد شادیاں کس طرح کرتی ہوگی؟ آپ ہی آپ دُور ہو گیا، جب مرد بھی تھے، اور عورتیں بھی تھیں، تو شادیوں کی دقت نہ تھی۔ ہاں اگر اس سے پہلے کا سوال ہو، تو آدم سے پہلے بشر تو شریعت کے تابع ہی نہ تھے، نہ وہ شادی کے پابند تھے، نہ کسی اور امر کے، کیونکہ وہ تو نظام سے آزاد تھے، اور جب وہ نظام سے آزاد تھے، تو ان کے متعلق کوئی بحث کرنی فضول ہے، بحث تو صرف اس شخص کے متعلق ہو سکتی ہے، جو شریعت کا حامل ہو، اور عقل مدنی اس میں پیدا ہو چکی ہو، اور وہ ابوالبشر تھے، ان کے لئے اخلاق و شریعت کی پابندی لازمی تھی، ان سے پہلے انسان نیم حیوان تھا، اور ہر اعتراض سے بالا، اور ہر شریعت سے آزاد۔

اور یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ عورتیں خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ یعنی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں، تو اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ آدم کی پسلی سے حوّا پیدا ہوئی، کیونکہ یہاں جمع کا صیغہ ہے، یعنی سب عورتوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ پسلی سے پیدا ہوئی ہیں، آدم اور حوّا کا نام تک نہیں ہے۔ دراصل یہاں بھی خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ والا محاورہ استعمال ہوا ہے، اور اس سے مراد یہ ہے کہ عورت کو مرد سے کسی قدر رقابت ہوتی ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور وہ طبعاً اس کے مخالف چلنے کی خواہشمند ہوتی ہے، علمائے احادیث نے بھی یہ معنے کئے ہیں، چنانچہ مجمع البحار جلد اوّل میں ضِلْعٌ کے نیچے لکھا ہے، خُلِقْنَ مِنْ ضِلْعٍ اِسْتِعَارَۃٌ لِلْمُعْوَجِّ اَیْ خُلِقْنَ خَلْقًا فِیْھَا الْاِعْوِجَاجُ یعنی خُلِقْنَ مِنْ ضِلْعٍ استعارہ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ عورتوں کی طبیعت میں ٹیڑھاپن ہے۔

قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ اس نظام والی ابتدائی حکومت کا قانون کیا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ پہلا دَور انسانی صرف تمدنی ترقی تک محدود تھا، اور اس دَور میں (۱) لوگوں میں خدا تعالیٰ کا اجمالی ایمان پیدا ہو گیا تھا، اور انسان کو الہام ہونا شروع ہو گیا تھا، جیسا کہ قُلْنَا یٰاٰدَمُ وغیرہ الفاظ سے ظاہر ہے (۲) انسانوں میں عائلی زندگی پیدا کرنے کا حکم دیا گیا تھا، کہ ایک مقام پر اکٹھے رہو، چنانچہ اُسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ کے الفاظ سے یہ امر ظاہر ہے۔ (۳) آدم پر اور لوگ بھی ایمان لائے تھے، اور ایک جماعت تیار ہو گئی تھی، جو نظام کے مطابق رہنے کے لئے تیار تھی۔ اس کا ثبوت سورۃ طٰہٰ کی آیت قَالَ اھْبِطَا مِنْھَا جَمِیْعًا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ سے ملتا ہے، جَمِیْعًا کا لفظ بتاتا ہے کہ اِھْبِطَا سے مراد دونوں گروہ ہیں، نہ کہ آدم اور اس کی بیوی۔ (۴) الجنّۃ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس وقت کی بڑی غذا پھل وغیرہ تھے، اللہ تعالیٰ نے کہیں میوہ دار درخت پیدا کر دیئے، اور انہیں حکم دیا، کہ تم وہاں جا کر رہو۔ (۵) اس وقت ابھی کپڑے کی ایجاد نہ ہوئی تھی، چنانچہ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْھِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّۃِ[۱] کے الفاظ اس پر شاہد ہیں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ ابھی شکار کرنے کے طریق بھی ایجاد نہ ہوئے تھے، اور نہ کھالوں کا استعمال شروع ہوا تھا، بلکہ چٹائیاں بطور لباس اور شاید بطور مکان بھی استعمال ہوتی تھیں۔ (۶) تمدنی حکومت کی یہ غرض بتائی گئی تھی، کہ ایک دوسرے کی چند باتوں میں مدد کریں۔ مثلاً کھانے میں، پینے میں، عریانی کو دُور کرنے میں، اور رہائش کے معاملہ میں، جیسا کہ فرمایا۔ اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْھَا وَلَا تَعْرٰی ○ وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْھَا وَلَا تَضْحٰی ○[۲] بعض لوگ غلطی سے اس آیت کے

---

[۱] اور وہ باغ کے پتّوں کو اپنے اُوپر چپکانے لگے (اعراف - ۲)

[۲] تُو اس میں نہ بھوکا رہے گا، نہ پیاسا، اور نہ ننگا اور نہ تو دھوپ میں رہے گا۔ (طٰہٰ - ۷)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ معنے کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جس جنت میں رہتے تھے، وہاں ان کو بھوک نہیں لگتی تھی، حالانکہ اگر ان کو بھوک نہیں لگتی تھی، تو کُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا[1] کہنے کے کیا معنے تھے، پس اس آیت کے یہ معنے نہیں ہیں کہ انہیں بھوک نہیں لگتی تھی، بلکہ اس میں اس نئے نظام کی جو حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ قائم کیا گیا تھا، تفصیل بتائی گئی ہے، اور لوگوں پر یہ امر واضح کیا گیا ہے، کہ اگر تم ہمارے اس نئے نظام کے ماتحت، جو ہم نے آدم کے ذریعہ قائم کیا ہے، رہوگے، تو تمہیں یہ یہ سہولتیں میسّر ہونگی۔

(۷) قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ اس وقت الہامی طور پر بعض بوٹیوں کے خواص وغیرہ بھی حضرت آدم علیہ السلام کو بتائے گئے تھے، اسی طرح بعض اخلاقی تعلیمیں بھی الہامی طور پر نازل کی گئی تھیں، جیسا کہ فرمایا، وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (بقرہ-۴) یعنی آدم کو سب نام سکھائے۔ اس جگہ کُل سے مراد تمام باتیں نہیں ہیں، بلکہ ضرورت کے مطابق باتیں ہیں، اور یہ کُل کا لفظ یہاں اسی طرح استعمال ہوا ہے، جس طرح ہُدہُد نے ملکۂ سبا کی نسبت کہا تھا، کہ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (نمل ۲) یعنی اس کے پاس سب کچھ موجود ہے، مراد یہ ہے کہ اس کی مملکت کے لحاظ سے جس قدر چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب اُسے مہیّا ہیں۔ (۸) پھر حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ جس تمدن کا آغاز کیا گیا، اس میں لوگوں کے لئے ایک واجب الاطاعت امیر ماننے کا حکم بھی شامل تھا۔ جیسا کہ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً سے ظاہر ہے (۹) اسی طرح ایسے احکام بھی اس زمانہ میں نازل ہوئے تھے، جن میں بتایا گیا تھا، کہ تمہیں فلاں جرائم، مثلاً قتل وغیرہ کی سزا دینی چاہیئے۔ اس امر کا پتہ آیت کریمہ اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ سے لگتا ہے۔ یعنی فرشتے اللہ تعالےٰ سے کہتے ہیں، کہ اب دنیا میں ایک عجیب سلسلہ شروع ہو جائیگا، کہ بعض آدمیوں کو قانونی طور پر یہ اختیار دیدیا جائے گا، کہ وہ دوسروں کو مار ڈالیں، فرشتوں کے لئے یہ بات حیرانی کا موجب ہوئی، اور انہوں نے کہا، کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا، کہ پہلے تو قتل کو ناجائز سمجھا جاتا رہا ہے، مگر اب آدم جب قانون کے ماتحت کسی کو قتل کی سزا دیگا، تو وہ اچھا فعل سمجھا جائیگا۔ اللہ تعالےٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے، کہ ہم جانتے

[1] کھاؤ اس سے بافراغت جہاں چاہو۔ (البقرہ-۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں، کہ دنیا میں نظام کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ مجرموں کو سزائیں دی جائیں، غرض اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ سے ظاہر ہے کہ اس وقت بعض جرائم کی سزائیں مقرر ہو چکی تھیں

(۱۰) یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شادی بیاہ کے احکام بھی نازل ہو چکے تھے، کیونکہ آدم کی بیوی کا ذکر ہے۔ گویا مرد و عورت کے تعلقات کو ایک قانون کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم نے ابتداءِ خلق کا ذکر یوں کیا ہے، کہ مخلوق خالق کے حکم سے بنی ہے، پہلے باریک ذرّات تیار ہوئے، پھر پانی نے الگ شکل اختیار کی، پھر وہ خشک ذرّات سے مرکّب ہوا۔ اور ایک قوتِ نامیہ پیدا ہوئی، اس سے مختلف تغیّرات کے بعد حیوان پیدا ہوا، حیوان آخر نطفہ سے پیدا ہونے والا وجود بنا، یعنی نر و مادہ کا امتیاز پیدا ہوا، اس کے بعد ایک خاص حیوان نے ترقی کی، اور عقلی حیوان بنا، مگر گو عقل تھی، لیکن تھا ناری، تمدّن کے قبول کرنے کی طاقت اس میں نہ تھی، وہ غاروں میں رہتا تھا، اس کے بعد ایسا انسان بنا، جو تمدّن کا اہل تھا، اور اسے الہام ہونا شروع ہوا، اور وہ پہلا تمدّن صرف اتنا تھا کہ نکاح کرو، قتل نہ کرو، فساد نہ کرو، ننگے نہ رہو، ایک دوسرے کی کھانے پینے پہننے اور رہائش کے معاملہ میں مدد کرو، اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کیا کرو۔

یہ علم جو قرآن کریم نے بیان کیا ہے ایسا واضح اور ایسا کُھلا ہے کہ موجودہ تحقیق اس سے بڑھکر کوئی بات بھی بیان نہیں کر سکتی۔ ڈاروِن کی تھیوری پر اہلِ یورپ کو بڑا ناز ہے مگر سچ یہ ہے، کہ وہ بھی قرآن کریم کی پیشکردہ تحقیق کا مقابلہ نہیں کر سکتی، مَیں اس تھیوری کو پیش کرنیوالوں سے کہا کرتا ہوں کہ جس چیز سے انسان پہلے بنا تھا، اس سے اب کیوں نہیں بن سکتا۔ اسکے جواب میں وہ عجیب انداز میں یہ کہدیتے ہیں، کہ بس تحقیق سے یہ بات ثابت ہے، کہ یہ تغیر لاکھوں بلکہ کروڑوں سالوں میں ہوا ہے، مَیں انہیں کہا کرتا ہوں کہ لاکھوں اور کروڑوں سال تو گزر چکے، اور اس عرصہ میں جو تغیر رونما ہونا تھا وہ بھی ہو چکا، اب اگر وہی حیوان، جو لاکھوں کروڑوں سال میں تیار ہوا، اور جس سے ترقی کر کے انسان بنا، موجود ہے، تو اس کیلئے لاکھوں کروڑوں سالوں کی کیا ضرورت ہے، اس سے تو بہت جلد انسان تیار ہو سکتا ہے، مگر اب کیوں اس جانور سے انسان تیار نہیں ہوتا، اور اب اسکی تیاری کیلئے لاکھوں کروڑوں سال کی کیا ضرورت ہے؟ مَیں نے دیکھا ہے کہ میرے اس سوال کا کبھی بھی ان سے معقول جواب نہیں بن پڑا، مگر مَیں کہتا ہوں کہ ڈاروِن کیا، اور بھی جسقدر یورپین مفکر اور فلاسفر ہیں، وہ اس مسئلہ کے متعلق تحقیق اور غور کر کے دیکھ لیں، وہ اسی مقام پر آنیکے لئے مجبور ہونگے، جو قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔.... اتنا کہدینا کافی ہے کہ ابھی تک اس کا پورا نقشہ کوئی تحقیق پیش نہیں کر سکی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذہب کیا ہے؟

(از حقانی ایم۔ اے)

ہر وہ شخص جسے اہل علم طبقہ سے واسطہ پڑتا ہے، جانتا ہے، کہ مذہب کے متعلق طبائع میں ایک بے چینی، ذہنوں میں ایک قسم کی اُلجھن و انتشار، اور اعمال میں بے دلی اور لاپرواہی سی پائی جاتی ہے۔ سہولتِ بیان کے لئے ہم تعلیم یافتہ طبقہ کو تین گروہوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

اوّل وہ جو مذہب یا کم از کم مذہب کی منظم شکل کو غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھتے اور اُسے دُنیا سے نیست و نابود کر دینا چاہتے ہیں۔ پنڈت جواہر لال اپنی سوانحعمری میں لکھتے ہیں:۔

"ہندوستان اور دیگر ممالک میں اس چیز نے جسے مذہب کہا جاتا ہے، یا کم از کم مذہب کی منظم شکل کے نظارہ نے میرے دل میں نفرت پیدا کر دی ہے، اور میں نے اکثر اوقات مذہب کی مذمّت کی ہے، اور اس کا صفایا کر دینے کی خواہش کی ہے۔"

دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے، جو اپنے آبائی مذہب کی اصلاح یافتہ شکل کو معقول رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس قسم کے لوگوں کی بہت سی اقسام ہیں۔ ان میں سے کئی تو ایسے ہیں، جو کسی مذہبی کتاب یا کسی پیغمبر کو ماننا ضروری قرار نہیں دیتے، بلکہ خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا کَدَرْ کے مطابق جس چیز کو اپنے عقلی معیار پر پُورا اُترتے دیکھتے ہیں، اُسے اختیار کر لیتے ہیں اور بعض افراد ایسے ہیں، جو مذہبی کتب کو سائنس اور فلسفہ کے اصولوں کے مطابق ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں، جو مذہب کو عمومی رنگ میں اچھا سمجھتے ہیں، وہ کسی منظم جماعت، فرقہ، یا گروہ میں شامل ہونا نہیں چاہتے، بلکہ آزاد خیال کہلانا پسند کرتے ہیں۔

تیسرا گروہ وُہ ہے، جو درحقیقت مذہب میں یقین نہیں رکھتا، اور اُسے مذہب میں کوئی دلچسپی نہیں، نہ وہ اس کی مخالفت کرنا چاہتا ہے، اور نہ موافقت، بس وہ سوشل رنگ میں اپنے آبائی مذہب پر قائم ہے، اور جس چیز کو اپنے اغراض و مقاصد کے لئے مفید سمجھتا ہے اُسے اختیار کر لیتا ہے۔ اگر ان میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah
سے کوئی مسلمان کہلاتا ہے، کوئی ہندو، اور کوئی عیسائی، تو سوسائٹی کے خوف سے، ورنہ حقیقتًہ وہ مذہب سے بیزار اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔

یہ تو ہے تعلیم یافتہ طبقہ کی حالت۔ عوام اندھا دھند بغیر سوچے سمجھے اپنے آبائی مذہب میں یقین رکھتے ہیں، اور ملاؤں، پنڈتوں، پادریوں، اور فرقہ پرست فسادی لیڈروں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں، اور آئے دن آپس میں سر پھٹول کرتے رہتے ہیں۔ جس سے ملک کی فضا مکدّر ہو رہی ہے، امن اُٹھ گیا ہے، اور ترقی کے دروازے مسدود نظر آتے ہیں، کیونکہ اس طبقہ کے لوگ توہمات کے اسیر اور ایجادات واکتشافات اور ترقی و اصلاح کے راستے میں ایک بہت بڑی روک ہیں، تعصّب نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا ہے، اور وہ تاریکی میں پڑے بھٹکتے ہیں۔

اگر ہم کسی نتیجہ پر پہونچنا چاہتے ہیں، تو ہمارا فرض ہے، کہ سب سے پہلے ہم مذہب کی حقیقت اور غرض وغایت پر غور و فکر کریں۔ پھر اگر تحقیقات کے بعد مذہب فی نفسہٖ بُری چیز ثابت ہو، تو اس کو مٹانے کی کوشش کریں، اور اگر وہ فی نفسہٖ مفید اور اچھی چیز ہو، تو اس کو حقیقی رنگ میں دُنیا میں قائم کرنے کی سعی کریں۔ اگر یہ چیز انسانی سوسائٹی کے لئے ایک گھُن ہے، جو اس کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے، تو ہمارا فرض ہے، کہ جتنی جلدی ممکن ہو، اس کو ملیا میٹ کردیں، لیکن اگر یہ ایک آبِ حیات ہے، جس کے بغیر تو ہیں زندہ نہیں رہ سکتیں، تو ہمارا فرض ہے، کہ اس کو تاریک غاروں سے نکال کر چشموں کی صورت میں اس طرح دنیا میں جاری کردیں، کہ اس میں اس کی اصلی شیرینی وصفائی قائم رہے، اور کسی قسم کی آلائش وخرابی نہ داخل ہونے پائے۔

پس آؤ ہم سمجھنے کی کوشش کریں، کہ مذہب کیا ہے؟ جہاں تک لفظ مذہب اور مختلف زبانوں میں اس کے مترادف الفاظ کے لغوی معنوں کا تعلّق ہے، اس کی تحقیق علم الالسنہ کا عالم ہی کرسکتا ہے، مَیں اس قسم کی تحقیق کی اہلیت نہیں رکھتا، اس لئے لفظی تحقیق گو کتنی ہی دلچسپ اور نتیجہ خیز کیوں نہ ہو، اس مضمون میں نہیں کی جاسکتی۔ یوں بھی میرا خیال ہے، کہ اس بحث کا نفسِ مضمون پر چنداں اثر نہیں پڑسکتا، کیونکہ اگر کسی زبان یا مذہب میں "مذہب" کے لئے کوئی ایسا لفظ آیا ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو مذہب کی روح کو ظاہر کرنے سے قاصر ہے، تو اس کا زیادہ سے زیادہ اثر اس مذہب یا اس زبان پر پڑ سکتا ہے، مذہب بحیثیت عمومی اس کا کوئی مضر اثر نہیں پڑتا۔ اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے، تو یہ بات کوئی مذہب کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے، ہر زبان میں ایسے بے شمار الفاظ ہیں، جنکے لغوی معنی ان الفاظ کے مروّجہ مفہوم کو ظاہر کرنے سے قاصر ہیں۔ اگر ہم لغوی معنوں کے لحاظ سے ہی مختلف سوسائٹیوں اور علوم کی ماہیت معلوم کرنا چاہیں، تو ظاہر ہے، کہ ہم ان کے اصلی مفہوم اور ان مسائل کو جن پر ان میں بحث ہوتی ہے، پُورے طور پر کبھی بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام میں "مذہب" (طریق۔ راستہ) اور "دین" (جزاء، سزا۔ مکافاتِ عمل) ایسے الفاظ ہیں، جو مذہب کے مفہوم کو سمجھنے میں ممد و معاون ہو سکتے ہیں، مگر جیسا کہ اُوپر بیان ہو چکا ہے، کسی علم بلکہ کسی لفظ کے مروّجہ منشاء کو پُورے طور پر سمجھنے کے لئے صرف لغوی معنوں پر انحصار رکھنا صحیح طریقِ تحقیق نہیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے لفظ مذہب کے استعمال پر اعتراض کیا ہے، کہ "شاید کسی زبان میں کوئی ایسا لفظ نہیں جیسا کہ مذہب (یا دوسری زبانوں میں اس کے مترادف الفاظ) جو مختلف اشخاص سے مختلف طریقوں پر سمجھا جانے کا زیادہ امکان رکھتا ہو، . . . .
یہ بہت بہتر ہو گا، اگر اس لفظ کا استعمال بالکل ترک کر دیا جائے، اور اس کی بجائے محدود معنوں والے الفاظ استعمال کئے جائیں، مثلاً الٰہیات، فلسفہ، اخلاقیات، رُوحانیات، مابعد الطبعیات، فرض، رسوم وغیرہ۔ گو یہ الفاظ بھی کافی مُبہم ہیں، مگر مذہب کی نسبت ان کا دائرہ بہت محدود ہے"

اگر پنڈت جی اپنے وسیع علم کی روشنی میں فلسفہ کی اصطلاحات پر ہی غور فرماتے، تو انہیں معلوم ہو جاتا، کہ اُن کے صحیح مفہوم متعین کرنے کے لئے فلاسفہ میں کس قدر اختلاف پایا جاتا ہے، بعض اوقات ایک ایک لفظ کا مفہوم واضح کرنے کے لئے ضخیم کتب لکھی گئی ہیں، مثلاً افلاطون کی کتاب "ریاست" میں "انصاف" کا مفہوم معیّن کرنے کے لئے سیاست، تعلیم وغیرہ کے تمام مسائل زیر بحث آ گئے ہیں۔ اسی طرح "سچ" ایک ایسا لفظ ہے، جسے ہر شخص استعمال کرتا ہے، اور دُنیا میں اکثر لڑائیاں حق و انصاف کے نام پر کی گئی ہیں، مگر فلاسفہ نے جب ان الفاظ کی تحقیق شروع کی ہے، تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"حق" و"سچائی" کا مفہوم و ماہیت متعین کرنے کے لئے دستوں کے دستے سیاہ کر دیئے ہیں، اور معلوم ہے، کہ "علم" کی ماہیت اور حدود کو معین کرنے کے لئے کانٹ کو Critique of pure Reason (تنقید عقلِ خالص) لکھنی پڑی۔ الغرض اگر ہم باریک بینی پر اُتر آئیں تو ایسے فلاسفر بھی موجود ہیں جن کے فلسفے کے نتیجے میں ہم اپنے وجود پر بھی شک کرنے لگیں، اور کائنات کے متعلق "مایا" "Illusion" کا نظریہ تو مشہور ہی ہے۔

پھر مذہب کی بجائے پنڈت جی کے تجویز کردہ الفاظ کی فہرست پر بھی تو یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ ان تمام الفاظ کے استعمال سے مختلف اذہان مختلف معانی سمجھیں گے، اور ان کی آنکھوں کے سامنے مختلف نظارے پھر جائینگے، جیسا کہ پنڈت جی کو خود اعتراف ہے، کہ یہ الفاظ بھی کافی مبہم ہیں۔ دُنیا میں "الٰہیات" کے مختلف سکول ہیں، اسی طرح فلسفہ، اخلاقیات، روحانیات، مابعد الطبعیات وغیرہ کے بھی، اور کانٹ جیسے فلاسفر تو مابعد الطبعیات کو غیر ممکن بتاتے ہیں، اس لئے اگر مذہب کے لفظ کے استعمال سے بعض اذہان میں انتشار پیدا ہوتا ہے، تو اس کا علاج اس لفظ کا ترک کرنا نہیں، بلکہ اس لفظ کے معانی و مفہوم کو واضح طور پر معین کرنا ہے۔ علاوہ ازیں پنڈت جی کی تجویز کردہ فہرست الفاظ مذہب کے مفہوم پر حاوی نہیں ہو سکتی، کیونکہ ان میں سے ہر لفظ مذہب کے کسی ایک پہلو سے بحث کرتا ہے، اور وہ بھی اس انداز نگاہ سے نہیں جس پر مذہب زور دیتا ہے۔

اسی ضمن میں آپ نے مذہب کے لفظ کو ترک کر کے ان الفاظ میں سے کسی کو اختیار کرنے کا ایک فائدہ یہ بتایا ہے، کہ ان الفاظ کے ساتھ ابھی اس حد تک جذبات ملحق نہیں ہوئے، جس قدر کہ لفظ مذہب کے ساتھ ہیں۔ یعنی مذہب کے نام کے ساتھ طبائع میں ایک ہیجان، ایک جوش، اور ایک سیلاب جذبات اُمنڈ آتا ہے، مگر فلسفہ وغیرہ کے الفاظ سے اس قسم کی کوئی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ کسی لفظ کے سننے سے ہمارے اندر اگر ایک جوش اور جذبہ پیدا ہوتا ہے، تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں، بلکہ یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے، کہ ہم اس چیز کو کس قدر محبوب رکھتے ہیں، اور اپنی زندگی کے لئے کتنا ضروری قرار دیتے ہیں، کیا اخوت، مساوات، اور آزادی کے الفاظ لوگوں کے دلوں کو نہیں گرما دیتے؟ کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان الفاظ کے نعروں کے ساتھ لاتعداد لوگوں نے اپنی جانیں قربان نہیں کیں؟ آپ کیوں کانگرس کے جھنڈے کے ساتھ محبت وعشق پیدا کرنے کی دعوت دیتے ہیں؟ کیا کانگرس کے جھنڈے کو دیکھکر ہمارے دلوں میں جذبات کا طوفان اُٹھنا آپ کے لئے قابل نفرت بات ہے؟ پھر کیا یہ حقیقت نہیں، کہ بندے ماترم کے گیت کے خلاف جو ایجی ٹیشن شروع ہے، اُس کے جواب میں آپ لوگ کہتے ہیں، کہ اس کو بالکل ترک نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس کے ساتھ کانگرس کی روایات اور لوگوں کے جذبات وابستہ ہیں، اس سے دلوں میں ایک طوفانِ جذبات پیدا ہوجاتا ہے، وطن کی محبت کے لئے ایک چنگاری بھڑک اٹھتی ہے، جو لوگوں کو قربانیوں کے آتشکدہ میں کود پڑنے کی دعوت دیتی ہے۔ پس اگر کسی لفظ کے استعمال سے ایک جوش اور ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے، تو اس سے صرف یہ سمجھا جاسکتا ہے، کہ اس لفظ کے پیچھے جو حقیقت ہے، وہ کتنی وزن دار، کتنی قیمتی، اور کتنی اہم ہے۔ اس لئے جوش میں آکر اس کا صفایا کرنے سے پہلے اس کو سمجھنے کی انتہائی کوشش کرنی چاہیئے، نہ کہ بعض مذہبی آدمیوں کی غلط کاریوں کے باعث، یا مذہب کے نام پر جو خون وفساد ہوتا ہے، اس سے تنگ آکر، اس کے خلاف جہاد شروع کر دینا چاہیئے۔ اگر یہی طریق اختیار کیا جاوے، تو کسی اچھی بات کی خیر نہیں، کیونکہ ہر کوئی اپنی کامیابی کے لئے جس چیز کے نام پر لوگوں کو اپیل کرتا ہے، وہ اچھی ہوتی ہے، مثلاً جنگِ عظیم میں ہر ایک طاقت اپنے آپ کو حق پر سمجھتی تھی، اور پراپیگنڈا میں اس بات کا اظہار کیا جاتا تھا کہ وہ حق وانصاف کے لئے لڑ رہے ہیں، اب اگر دنیا میں قتل وخون کی فراوانی ہے، اور قومیں حق وانصاف کے نام پر جنگ وفساد کرتی ہیں، تو ہم حق وانصاف کے مخالف نہیں ہوسکتے، بلکہ ہمارا فرض ہے، کہ جھوٹی اور ظالم قوموں کو بتائیں، کہ تم حق وانصاف پر نہیں ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دُنیا میں مذہب کے نام پر بجائے اصلاح کے فساد برپا کرتا ہے، تو ہمارا فرض ہے، کہ ہم بتائیں کہ یہ مذہب کی روح کے سراسر منافی ہے، اور تم مذہبی نقطۂ نگاہ سے مجرم، اور قابلِ سزا ہو۔ اسی ضمن میں مجھے ایک لطیفہ یاد آیا ہے، اگر وہ لوگ جنہیں مذہب کے نام سے چڑ ہے، اس پر غور کریں، تو اُن کی آنکھیں کھُل جائینگی، اور مذہب کے نام سے اُن کا تنفّر دُور ہوجائیگا۔ کہا جاتا ہے، کہ ایک اشتراکی اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انسانی پیدائش کے متعلق اسلامی نقطۂ نگاہ

:-(از افاضات سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز):-

۲۸ر دسمبر ۱۹۳۸ء کو سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ کے موقع پر متذکرۃ الصدر موضوع پر ایک نہایت پُر معارف تقریر فرمائی تھی، یہ تقریر مفصّل تو انشاء اللہ تعالےٰ الگ کتابی صورت میں شائع ہوگی، لیکن سردست حضور کی اس تقریر کے مختصر نوٹ شائع کئے جاتے ہیں، تا احباب ان سے مستفیض ہو سکیں۔ (ایڈیٹر)

میرا آج کا مضمون اس سفر سے تعلق رکھتا ہے، جو اس سال ماہ اکتوبر میں مجھے پیش آیا۔ میں یہاں سے کام کے لئے سندھ گیا، اور چونکہ گلے کی تکلیف کے متعلق مجھے یہ ڈاکٹری مشورہ دیا گیا، کہ میں سمندر کا سفر کروں، اس لئے میں وہاں سے کراچی گیا، پھر کراچی سے بمبئی، اور بمبئی سے حیدر آباد، — کیونکہ وہاں کے احباب کی مدّت سے یہ خواہش تھی کہ میں وہاں جاؤں — پھر حیدر آباد سے آگرہ، اور آگرہ سے دہلی، اور دہلی سے قادیان واپس آگیا۔ میں نے ان تمام مقامات کی سیر کی، ان کی شان اور عظمت کو دیکھکر اس بات سے خوشی ہوئی، کہ مسلمانوں نے کس قدر عروج حاصل کیا تھا۔ مگر پھر ساتھ ہی ان مقامات کی تباہی اور مسلمانوں کے تنزّل کو دیکھکر صدمہ بھی ہوا۔ میں مسلمانوں کے ماضی کو دیکھتا، تو اس میں گُم ہو جاتا، اور سوچتا، کہ مسلمانوں کو کتنی عظمت حاصل تھی، مگر جب ان کے حال کو دیکھتا، تو افسردہ ہو جاتا، اور خیال کرتا کہ اب ان کی حالت کیا سے کیا ہوگئی ہے۔ گو ان سب مقامات کو دیکھکر مجھ پر خاص اثر ہوا، لیکن تُغلق کا قلعہ دیکھکر میں بہت ہی متاثر ہوا، اور جب ہم اس میں گئے، تو میں نے دیکھا کہ اُوپر ایک اُونچی جگہ ہے، اس پر چڑھکر دیکھا، تو نئی اور پرانی دہلی، تمام کھنڈرات اور تاریخی عمارات نظر آئیں۔ اس وقت میں نے غور کیا، کہ اتنی عظیم الشان عمارت بنانے والے کس قدر شان و شوکت رکھتے تھے، مگر آج وہ کہاں ہیں، اور ان کی اولاد کی کیا حالت ہے۔ میں اسی سوچ میں تھا، کہ خیالات میرے قابو سے نکل گئے، اور دہلی کے اس وسیع نظارہ نے پہلے نظاروں کو، جو اس سفر میں میں نے دیکھے تھے، میری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے لئے جب جھوٹ بولتا ہؤا پکڑا گیا، تو اُس نے ایک عجیب انداز سے "سچ" کی تعریف کر کے اپنی جان چھڑائی، اس نے کہا، کہ سچ ایک بورژوا (متوسط طبقہ یا بنیوں) کا مابعد الطبعیاتی........ (Metaphysical) تخیل ہے، جس کے متعلق کوئی پروولے ٹیرین (اچھا مزدور) اپنے آپ کو دِق کئے جانے کی اجازت نہ دے گا۔

(A communist caught in telling fibs to prove a case, once charmingly described truth as a bourgeois metaphysical abstraction, about which no decent prolatarian would permit him-self to be pestered.)

جس طرح اس اشتراکی کا "سچ" کے خلاف اس بناء پر حقارت و نفرت کا اظہار کرنا، کہ امراء نے غرباء کو حق و انصاف کے نام پر غارت و تباہ کیا ہے، صحیح نہ تھا، اسی طرح مذہب کو نیست و نابود کرنے کا اس بناء پر تہیہ کرنا کہ مذہب کے علمبرداروں نے مذہب کے نام پر فتنے اور فسادات برپا کئے ہیں، درست نہیں۔ بدبختی سے لوگ حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، جن الفاظ کے نام پر ان کی مخالفت ہوتی ہے، اس کے دشمن بن جاتے ہیں، چاہیئے تو یہ تھا، کہ اہلِ وطن کو مذہب کی حقیقت سمجھائی جاتی، کہ مذہب کے نام پر فتنہ و فساد کرنا غیر مذہبی فعل ہے، مگر تعلیم یافتہ طبقہ پر اس کا الٹا اثر ہؤا ہے، اور وہ سرے سے مذہب ہی کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا کام ہے، کہ اگر مذہب کے ٹھیکیدار پنڈت اور مولوی محسوس کریں، تو وہ خود ہی اپنے آپ کو سزائے تنہائی دیں، ہمالیہ کی چوٹیوں پر برفوں کے تودوں کے نیچے ایسی سمادھی لگا بیٹھیں، کہ پھر نہ اُٹھیں، حجروں کے اندر بیٹھکر ایسے چلّے کھینچیں کہ پھر دنیا کی ہوا کبھی نہ کھائیں، اور اس طرح ان کے وجود سے جو ملک کی فضا مکدّر ہو رہی ہے، پاک و صاف ہو جائے۔

پس یہ اعتراض کہ مذہب کا لفظ مختلف اشخاص میں مختلف خیالات، مختلف نظائر اور مختلف جذبات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیدا کرتا ہے۔ کوئی وزن نہیں رکھتا، اور نہ مذہب کے نام کے ساتھ طبائع میں جذبات کا ابھرنا کوئی مذموم بات ہے۔ اسی طرح مذہب کے لفظ کو ترک کرکے کسی اور لفظ کو اختیار کرنا نہ ممکن ہے، اور نہ موزوں۔ آؤ

اب سوچیں کہ مذہب ہے کیا؟

اگر مذہب کی حقیقت پر غور کیا جاوے، تو معلوم ہوتا ہے، کہ اس کے تین پہلو ہیں۔ اوّل جذباتی وجدانی یا ایمانی، دوم ذہنی یا عقلی، سوم عملی (عبادات و فرائض وغیرہ) کانٹ نے ایک جگہ لکھا ہے، کہ ہمارے سر پر نیلگوں آسمان اور اس پر جھلملاتے ہوئے تارے، اور ہمارے اندر اخلاقی قانون، دو ایسی طاقتیں ہیں، جو ہمارے قلوب پر ہمیشہ ہیبت و استعجاب طاری کر دیتی ہیں۔

نیچر کی بے پناہ قوتیں، قدرت کا محیّر العقول نظام ہمارے دلوں میں ایک ہیبت طاری کر دیتا ہے، اور ہمارے اندر ایک ایسا جذبہ پیدا ہوتا ہے، کہ ہم بے اختیار اس وسیع کائنات کے پیچھے جو طاقت کام کر رہی ہے، اس کے آگے جھک جانا چاہتے ہیں، اس کو جاننا چاہتے۔ اور اس کے وصال کے لئے تڑپ اُٹھتے ہیں۔ ہمارا دل بے اختیار اس ہستی میں ایمان لانے پر ہمیں مجبور کرتا ہے، جو اس وسیع کائنات کی خالق اور منتظم ہے، ہمارا دل گواہی دیتا ہے، ہیبت و استعجاب ہماری جبلّت عبودیت کو بیدار کرتے ہیں، ہمارے اندر سے کوئی چیز ہمیں مجبور کرتی ہے، کہ ہم قدرت کی ہیبت ناک منظم اور ہم آہنگ طاقتوں کے پیچھے کسی ہاتھ کو دیکھیں، اپنے آپ کو اس کے قدموں میں گرا دیں، اس سے محبت کریں اور اس کا وصال حاصل کر کے رہیں۔ عقل اُسے سمجھے یا نہ، ہماری فطرت پکار پکار کر ہمیں کائنات کی وحدت کے ساتھ اپنے آپ کو متحد کرنے کے لئے بلاتی ہے، ہمارا ہر رگ و ریشہ اس صدا کے ساتھ تڑپ اٹھتا ہے، اور ہمہ گیر موسیقی میں مدغم ہو جانا چاہتا ہے۔ جب ہم دُنیا میں دُکھ اور مصائب، درد اور آلام امراض اور موت، ظلم اور عصیان، بدی اور نیکی کی باہمی جنگ کو دیکھتے ہیں، تو فطری ہمدردی جو ہماری طبائع میں ودیعت کی گئی ہے، ہمیں بے قرار کر دیتی ہے، اور ہم اس دُنیا کی کایا پلٹ دینا چاہتے ہیں، ہم میں ایک نصب العین کے لئے عزم و یقین پیدا ہوتا ہے، کہ دُنیا کو خوب سے خوب تر بنایا جا سکتا ہے، دنیا سے بدی کو مٹایا جا سکتا ہے، دُنیا ایک جنّت کا نمونہ بن سکتی ہے، جنّتِ ارضی کے قیام کے لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں، نصب العین ہمیں کشاں کشاں اپنی طرف لے جاتا ہے، ہم اس راستے میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ بظاہر ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ ہماری قربانیاں رائیگاں گئیں، بدی غالب ہوتی نظر آتی ہے، اور منزلِ مقصود ہماری نظروں سے اوجھل ہونے لگتی ہے، نصب العین ایک دُھندلے خواب کی طرح دکھائی دیتا ہے، ہم رنج و آلام اور مصائب و آفات کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ہماری موجودہ زندگی تلخ ہوجاتی ہے۔ وہ لوگ جو دُنیا کی بھلائی کے لئے اُٹھتے ہیں، مال ومتاع آل و اولاد غرضیکہ اپنا سب کچھ اس راہ میں لُٹا دیتے ہیں، اور ہر قسم کے مصائب و دکھ سہتے ہوئے اپنی جان بھی قربان کر دیتے ہیں۔ ہم ایک ایک جانباز سپاہی کو اس رزمگاہِ نیک و بد میں گرتے دیکھتے ہیں، ہمیں حال میں فائدہ نظر آتا ہے لیکن آخرت کی امید پر۔ نصب العین میں اطمینان کے بل بُوتے پر قربانیاں کئے جاتے ہیں، دُنیا (قریب) کے فوائد کو ٹھکرا دیتے، اور آخرت (دُور، نصب العین) کے نتائج کے لئے برابر لڑے جاتے ہیں۔ یہ کیا ہے؟ یہ ایک مذہبی جذبہ ہے، جو ہم میں وجدانی طور پر ایک نصب العین کا خیال، اس کے پورا کرنے کا یقین، اور اس کو حقیقت بنانے کے لئے ہر قسم کی قربانی کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ ہم اِس عالمِ آب وگِل، اس موجودہ دُنیا کو ہی سب کائنات نہیں سمجھتے، بلکہ ایک نئی دُنیا اور ایک نئے عالم میں یقین رکھتے ہیں۔ اور سچ پوچھئے تو اس جذبہ کے بغیر دُنیا میں کوئی ترقی، کوئی ایجاد، کوئی نیکی، اور کوئی بھلائی معرضِ وجود میں نہیں آسکتی۔ عقل ہمیں کائنات کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے سمجھنے کی دعوت دیتی ہے، ہر عمل کے نشیب و فراز پر غور و فکر کرنے پر آمادہ کرتی ہے، وہ ابھی کسی بات کو سمجھنے نہیں پاتی، اُسے کوئی نتیجہ مرتب کرنا نصیب نہیں ہوتا، کہ جذبۂ ایمان ہمیں میدانِ عمل میں لاکھڑا کرتا ہے، اور جب وہ اپنا کام کرنا شروع کر دیتا ہے، اور کامیابی کی کرنیں تاریک فضاء میں در آتی ہیں، تو عقل اس کے لئے دلائل و تجربات پیش کر دیتی ہے ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشہ لبِ بام ابھی

ہر ترقی، ہر عظیم الشان کام اور ہر ایجاد کے اندر ایک اندرونی حِس، ایک ذوقِ سلیم اور ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وجدانی جذبہ کام کرتا نظر آتا ہے، یہ ہے مذہبی روح، یہ ہے مذہب کا جذباتی پہلو، جو کسی دلیل کا محتاج نہیں، جسے کسی منطق کی ضرورت نہیں، بلکہ وہ ماں کی ممتا کی طرح انسانی فطرت میں داخل ہے۔ اس فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے گاندھی جی نے کہا ہے "بعض انسان ایسے ہیں جو عقل کی خودی میں آکر کہتے ہیں کہ انہیں مذہب کی ضرورت نہیں، لیکن یہ ایسا ہی ہے، جیسے کوئی شخص کہے، کہ وہ سانس لیتا ہے، لیکن اس کا کوئی ناک نہیں"

جان ڈیوی امریکن فلاسفر لکھتا ہے، "کوئی عمل جو کسی نصب العین کی خاطر مشکلات کے مقابلے میں اور ذاتی نقصان کے خطرے کے باوجود اس یقین کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ وہ ایک عام پائدار قدر و قیمت رکھتا ہے، اپنی نوعیت میں مذہبی ہے"

رومین رولینڈ لکھتا ہے "اگر یہ تخیل، بلا خوف و خطر ہر قسم کے مصائب کے لئے تیار، پورے خلوص اور ہر قسم کی قربانی کے لئے آمادہ ہو کر حق کا متلاشی ہوتا ہے، تو میں اُسے مذہبی کہونگا، کیونکہ اس میں انسانی کوششوں کے لئے ایک نصب العین کا ایمان پایا جاتا ہے، جو موجودہ سوسائٹی سے بلند بلکہ تمام انسانیت کی زندگی سے بحیثیت مجموعی بلند تر ہے"

ہم مذہب کے اس جذباتی، اندرونی اور وجدانی پہلو کو ایمان کہتے ہیں۔ وسیع کائنات کا ہیبت ناک، منظم اور حسین نظارہ، دُنیا میں نیکی بدی کی جنگ، درد و آلام، دکھ و مصائب، اور انسانی زندگی کا انجام ــــ موت ــــ یہ سب چیزیں ہم میں ہیبت، استعجاب، ایک نصب العین میں یقین، اور آخرت میں ایمان کی کیفیات پیدا کرتی ہیں۔ یہ سب اثرات فطری ہیں۔ ہم جبلّی طور پر انہیں محسوس کرتے ہیں، ہم ماں کی ممتا کی طرح انہیں دل میں پاتے ہیں، ہم خود بخود اندرونی کشش سے اس بات پر ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے ہیں، کہ اس محیر العقول منظم کائنات کا کوئی خالق ہے، ہم بیکار پیدا نہیں کئے گئے، ہماری زندگی کا مقصد ہے، انسانی زندگی کا انجام فنا نہیں، نیکی بدی پر غالب آکر رہیگی، اور ہمارا اس کائنات کے ساتھ ایک ایسا رشتہ ہے، جو ہم پر چند فرائض عائد کرتا ہے، ہمارے اعمال اس قسم کے ہونے چاہئیں، جو اس نصب العین کو جسے ہم محسوس کرتے ہیں، قریب تر لے آئیں، اور دُنیا کو جنت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا نمونہ بنانے کے دھندلے نقوش کو ابھار دیں، بے شک یہ ایمانی جذبہ خاموش نہیں رہتا، یہ اپنا اظہار چاہتا ہے، الفاظ میں اور اعمال کی شکل میں ظہور پذیر ہوتا ہے، جب یہ الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے، تو ہم اس کا نام عقائد رکھتے ہیں، یہاں عقل کام آتی ہے، وہ ان عقائد کو اپنی کسوٹی پر پرکھتی ہے، سچا ایمان ہمیشہ اس کسوٹی پر پُورا اُترتا ہے، ایمان جس حقیقت کو بحیثیت مجموعی بیک نظر آناً فاناً پا لیتا ہے، عقل اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے، ایک لمبا عرصہ صرف کر کے پاتی ہے، اور فیصلہ صادر کرتی ہے، کہ جو کچھ ایمان نے کہا، سچ ہے۔ جب کبھی بھی دُنیا میں کسی مردِ خدا کے اندر ایمان کا چشمہ اُبلتا ہے، اور وہ حقائق دُنیا کے سامنے پیش کرتا ہے، تو لازمی طور پر اُسے اس ایمان کو الفاظ اور عمل کی شکل دینی پڑتی ہے، اور جب وُہ لوگوں کو ایمان کی طرف بُلاتا ہے، تو انہیں سمجھانے کے لئے یہی کہتا ہے، کہ اندھی تقلید اور جھوٹے توہمات کو ترک کر کے عقل سے کام لو، چشمِ بصیرت وا کرو، اپنے دماغ اور قویٰ سے کام لو، تو تم یہ بات ماننے پر مجبور ہو جاؤ گے، کہ جو کچھ مَیں کہتا ہُوں وہ سچ ہے۔ جب لوگوں کی عقل اس بات پر آمادہ ہو جاتی ہے، کہ وہ ایمانی تجربات و نتائج کو اپنی کسوٹی پر پرکھے، جب یقین غالب ہو جاتا ہے، کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے، سچ ہے، تو وہ مردِ حق ان کی ایسے رنگ میں تربیت کرتا ہے، کہ وہ اس حقیقت کو جسے عقل نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دھندلے طور پر غیر مکمل صُورت میں دیکھا تھا، اپنی چشمِ ایمان سے بحیثیت مجموعی اُسے پوری آب و تاب کے ساتھ دیکھ لیتے ہیں۔

ہم کہہ سکتے ہیں، کہ ایمان رُوح ہے، اور عقائد اس کا جسم۔ بالفاظ دیگر مذہبی جذبہ ایک مغز ہے، اور اس کے تجربات جو الفاظ کا رنگ اختیار کرتے ہیں، قشر ہے۔ جب رُوح اس جسم سے جُدا ہو جاتی ہے، یا مغز قشر سے نکل جاتا ہے، تو جسم بوسیدہ اور قشر خالی ہو کر آلائشوں سے بھر جاتا ہے۔ شاید اسی حقیقت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے جی۔ کے چیسٹرٹن نے موجودہ منظّم مذاہب کی ایک ایسے سَنڈسٹون جکاز سے تشبیہ دی ہے، جو ایک حیوانی شکل تو رکھتا ہے، مگر جس کے اندر نامی مادہ یا فطری جوہر ناپید ہو چکا ہے، اور اس کی شکل اس لئے قائم ہے، کہ وہ کسی اور بالکل مختلف چیز سے بھر گیا ہے۔

جب کوئی حیوان مر جاتا ہے، اور کسی نہ کسی طرح ایسے طور سے مدفون ہو جاتا ہے، کہ اس کا ڈھانچہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قائم رہتا ہے، اور صدیوں کے بعد اس کا گوشت پوست اور ہڈیاں بوسیدہ ہوجاتی ہیں، اس کے جسم کے اصلی جوہر گم ہوجاتے ہیں، ان کی جگہ پتھر لے لیتے ہیں، ان بیرونی اشیاء کے اثر و دخول کے ماتحت اسکی شکل تو قائم رہتی ہے، اور وُہ ایک پتھر کا حیوان تو معلوم ہوتا ہے، مگر ہم اُسے صحیح معنوں میں حیوان نہیں کہہ سکتے، کیونکہ نہ اس میں رُوح ہے، اور نہ وہ نامی مادہ، اور نہ وہ جوہر باقی ہیں جن سے ان کے جسم کی تخلیق ہوئی تھی۔ بعینہٖ یہی حالت موجودہ مذاہب کی بھی ہے۔ ان کے اندر سے روح نکل گئی ہے، اور اس روح کا جو جسم تھا، وہ گل سڑ گیا ہے، اس کا نامی مادہ اور فطری جوہر نیست و نابود ہوگئے ہیں، جنہوں نے اس کی شکل کو تو قائم رکھا ہوا ہے، مگر حقیقت میں وہ مذہب نہیں۔ الغرض ایمانی جذبے، وجدانی ولولے اندرونی حس کی کار فرمائیوں، ذوقِ سلیم کی سنجیدگیوں کے بغیر مذہب مُردہ ہے۔ اور اگر مذہب کا یہ عنصر گم ہوجاوے، تو وہ ایک جسدِ مُردار ہے۔ اور لازمی طور پر اس میں بوسیدگی اور تعفن کے آثار پیدا پیدا ہوجائیں گے۔

پس مذہب کا وہ پہلو جس کا ہمارے اندرونی جذبات، احساسات، ذوق اور وجدان کے ساتھ تعلق ہے، بہت ہی اہم ہے، کیونکہ درحقیقت جب تک یہ "ایمان" پیدا نہ ہو، مذہب کے دوسرے دو پہلو جو عقائد و اعمال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، ناقص و ناتمام رہ جاتے ہیں، اور وہ جسد مُردار کی حیثیت رکھتے ہیں، جن سے رُوح پرواز کر گئی ہے۔ اور یہی دو پہلو ہیں، جو اوّل الذکر کی عدم موجودگی کے باعث مذہب کے علمبرداروں کے ہاتھوں مذہب کا خون کرا رہے ہیں۔ وہ رُوحیں جن میں یہ ایمانی جذبہ پُوری آب و تاب کے ساتھ کار فرما ہوتا ہے، جو ایک رنگ میں اس وسیع کائنات میں کھوئی جاتی ہیں، جن کی رُوح کائنات کی رُوح سے مس کرآتی ہے، جن کے دل کی تاریں تمام عالم کی تاروں سے ایسے رنگ میں مل جاتی ہیں، کہ ان سے بھی وہ صدا نکلنے لگتی ہے، جو سازِ عالم سے نکل رہی ہے، وُہ مذہب کے بانی ہوتے ہیں، وہ اپنے تجربات و مشاہدات کو، اپنے علم و ہدایت کو، اس عالم ہست و بود کی راگنی کو دُنیا کے سامنے ایسے رنگ میں پیش کرتے ہیں، کہ جن کے دلوں کی تاریں کسی حد تک پہلے ہی لرزاں ہیں، وہ تو آناً فاناً اس موسیقی کو اپنے اندر پیدا کرلیتی ہیں، مگر وہ جن کی اندرونی حسیں بیدار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں ہوئیں، یا جن کے دل کی تاریں زنگ آلود ہو گئی ہیں، ٹھٹک کر رہ جاتے ہیں۔ ان کو ظاہری حواس اور عقل و ہوش کے نام پر اپیل کی جاتی ہے، جب عقل کچھ قائل ہوتی نظر آتی ہے، اور دل پر کچھ اثر پڑنے لگتا ہے، تو ان کا تزکیہ نفس ایسے رنگ میں کیا جاتا ہے، کہ ان کی تاریک طبائع میں جلا پیدا ہو، وہ بھی اس نور کا عکس دیکھیں، جو ہادی نے دیکھا، وہ بھی اس راگنی کی مستی کو محسوس کریں، جو ہر دل کی تار دل میں ودیعت کی گئی ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ یہ جذبہ، یہ ایمان، اور یہ ذوق و وجدان ہمارے اندر موجود ہے، اگر دیانتداری سے دیکھا جاوے، اور جبلّی استعدادوں کو بیدار کیا جاوے، تو بہت آسان ہے دل کی گہرائیوں میں اتر جاؤ، ربابِ حیات کو چھیڑو، تو تم اس موسیقی کو اپنے کانوں سے خود سُن لوگے عقل کی تسلّی کے لئے علم النفس اور تجربات و شواہد سے اس کے وجود پر قطعی دلائل لائے جا سکتے ہیں یہ بحث بذاتِ خود ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے، اور انشاء اللہ عقل و الہام کے عنوان کے ماتحت پھر کسی موقع پر کی جاویگی۔ وما توفیقی اِلّا باللہ۔

مذہب کا ایمانی پہلو جب ظاہری شکل اختیار کرتا ہے، تو ہم ان عقائد و تعلیمات کو دیکھتے ہیں، جنہیں عقل اپنی کسوٹی پر پرکھتی ہے، یہ مذہب کا علمی و عقلی پہلو ہے، علمی اس لئے کہ اس میں عقائد و تعلیمات سے بحث ہوتی ہے، اور عقلی اس لئے کہ عقل کی مدد ہی سے لوگ ان کی سچائی کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور عقل ہی کے ذریعے ہم سچے اور جھوٹے مذاہب میں تمیز کر سکتے ہیں۔ عام طور پر عقائد و تعلیمات کے مجموعہ ہی کو مذہب کا نام دیا جاتا ہے۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔ عقائد و تعلیمات درحقیقت مذہبی رُوح کے لئے بمنزلہ جسم کے ہیں، یہ ذوق و وجدان اور ایمانی جذبے کے خارجی مظاہر ہیں، اور اعمال جسم کے لئے بمنزلہ دورانِ خون کے ہیں جب یہ بند ہو جاتا ہے، تو رُوح پرواز کر جاتی ہے، اور جسم مُردہ ہو جاتا ہے، اور وُہ لوگ جو حقیقی مذہبی جذبہ اور اعمال صالحہ سے بیگانہ ہوتے ہیں، صرف ہڈیوں پر ایک دوسرے سے دست و گریبان رہتے ہیں، اور مذہب و حقیقت سے کوسوں دُور جا پڑتے ہیں۔ روسی حکیم ٹالسٹائی مذہب اور ایمان کے رشتہ کو بتاتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"ایمان نہ امید ہے، اور نہ خوش اعتقادی، بلکہ رُوح کی ایک خاص حالت ہے، ایمان انسان کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اِس شعور کا نام ہے، کہ انسان کی اس دُنیا میں ایک ایسی پوزیشن ہے، جو اس پر معین فرائض عائد کرتی ہے۔ . . . . . ایمان اور مذہب ایک ہی چیز ہیں، ان میں فرق صرف اتنا ہے، کہ لفظ مذہب سے ہم وہ چیز مراد لیتے ہیں، جو ہم اپنے باہر دیکھتے ہیں، اور ایمان اس چیز کو اپنے اندر مشاہدہ کرنے کا نام ہے،" پھر مذہب کے عملی پہلو کو اس طرح بیان کیا ہے "مذہب تمام اشیاء کے منبع کے ساتھ تعلق اور اس تعلق کی بناء پر انسانی زندگی کے مقصد کی توضیح و تعیین کا نام ہے، اور وہ اس مقصد کے پیش نظر اعمال کے لئے اصول و قواعد بہم پہونچاتا ہے"

پس ہر وہ شخص جو زندگی کو ایک کھیل اور کائنات کو صرف ایک تماشہ گاہ نہیں سمجھتا، جو زندگی کی قدر و قیمت اور اس کے مقاصد و اغراض کو پہچانتا ہے، مذہب سے انکار نہیں کر سکتا۔ اس کو ایک دھوکا اور فریب قرار نہیں دے سکتا، اور نہ اسے ترقی و ایجادات کے لئے ایک روک سمجھ سکتا ہے، بلکہ وہ مجبور ہے، کہ مذہب کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا زبردست حامی اور مؤیّد ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ مذہب جمیع کائنات کے منبع کے ساتھ ہمارا کیا تعلق اور کیا رشتہ قائم کرتا ہے؟ اور اس منبع کی کیا حقیقت ہے؟ اگر ہمارا اس ہستی سے کوئی تعلق ہے تو اس کی کیا نوعیت ہے؟ اور اس رشتہ کی وجہ سے ہم پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں؟ جب ان سوالات کا جواب ایک رُوح جس کی تاریں کائنات کی رُوح کی تاروں سے ملی ہوئی ہیں، وجدانی طور پر محسوس کرتی ہے، تو ہم اسے مذہب کا ایمانی پہلو کہتے ہیں۔ جب یہ اس عالم مکان و زمان میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر الفاظ کا جسم اختیار کر کے عقل کے سامنے جو جزءاً جزءاً مشاہدہ کرنے کی عادی ہے، آتا ہے، تو ہم اُسے عقائد و تعلیمات کا مجموعہ یا کتاب قرار دیتے ہیں۔

یہاں آکر مختلف مذاہب میں اختلاف پایا جاتا ہے، جو متلاشیانِ حق کے لئے بہت سی الجھنوں اور ذہنی کاوشوں، طبیعت کی بیزاریوں اور عملی دقتوں کا باعث ہو رہا ہے۔ مذہب کے خلاف علمی رنگ میں جتنے اعتراض کئے گئے ہیں، وہ اس حصّہ کے متعلق ہیں، وہ اکثر اوقات کسی خاص مذہب یا چند ادیان کو پیش نظر رکھکر کئے گئے ہیں۔ ہندوستان میں انگریزی خوان طبقہ مذہب کے خلاف بالعموم جو اعتراض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیش کرتا ہے، وہ درحقیقت یورپ کی موجودہ عیسائیت کے خلاف ہیں، اور انہوں نے یورپین مصنفوں سے مستعار لئے ہیں۔ درحقیقت یہاں آکر مذہب پر بحیثیت عمومی کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ سوال تو یہ ہے کہ ہم میں مذہبی جذبہ موجود ہے یا نہیں؟ آیا ہم اپنا اس وسیع کائنات یا اس کے پیچھے جو طاقت ہے، اس کے ساتھ کوئی تعلق سمجھتے ہیں یا نہیں؟ آیا ہم اپنی زندگی کو بامعنی با مقصد مانتے ہیں یا نہیں؟ اور آیا ہم اس مقصد کے پیش نظر ضابطۂ اعمال کے حاجتمند ہیں یا نہیں؟ اگر ان سوالات کا جواب اثبات میں ہے، تو مذہب کی ضرورت و اہمیّت ثابت ہے۔ اب بحث طلب امر یہ رہ جاتا ہے، کہ کونسا مذہب ان سوالات کا جواب صحیح اور درست دیتا ہے؟ اور ان جوابات کو درست مانتے ہوئے جب ہم عمل کرتے ہیں، تو آیا ہم میں وہ ایمانی کیفیات پیدا ہوتی ہیں یا نہیں جو مذہب کا امتیاز خصوصی ہیں۔ کیا وہ ایمان ہم میں قوتِ عمل پیدا کرتا ہے یا نہیں؟ کیا اعمال وہ نتائج مترتب کرتے ہیں یا نہیں جو منزلِ مقصود کو قریب تر کر دیں، اور ہمیں نصب العین اور مقصدِ حیات کی ایک جھلک اور ایک تجلّی دکھادیں۔

جو مذہب ان سوالات کا جواب اثبات میں دیتا ہے، وہی سچا اور زندہ مذہب ہے، باقی مذاہب خام و ناقص ہیں، وہ ایک ایسا قالب رکھتے ہیں، جسکے اندر رُوح مُردہ ہے یا نیم جان، دورانِ خون بند ہے یا اس قدر سُست کہ آثارِ حیات ناپید ہیں۔

پس مذہبی عقائد و تعلیمات پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں، وہ کسی خاص مذہب کی طرف سے دیئے جا سکتے ہیں، کیونکہ جونہی مذہبی رُوح اپنا قالب تیار کرتی ہے، تو خاص شکل اختیار کرتی ہے۔ ہم اس خاص شکل، اس کے اعمال و وظائف اور نتائج و عواقب ہی سے اس کی رُوح کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ پس جب مذہب اندر سے باہر آتا ہے، اور ظاہر شکل اختیار کرتا ہے، تو اس کی عمومیّت سے نہیں بلکہ اسکی خصوصیّت سے بحث کی جا سکتی ہے، اور جو اعتراضات عقائد و تعلیمات پر وارد ہونگے، وہ کسی خاص مذہب سے متعلّق ہونگے، نہ کہ مذہب پر بحیثیت اس کی عمومیّت کے۔ اس لئے پنڈت جی کے اعتراضات کے جواب دینے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور پر بتا یا جاوے کہ اسلام کیا ہے؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اندلس یعنی مسلم سپین

(از جناب مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ ایم۔ اے سابق مبلغ انگلستان)

[جناب مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ ایم۔ اے سابق مبلغ انگلستان نے سیدنا حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حکم سے اوائل ۱۹۳۶ء میں لنڈن سے سپین کا سفر تبلیغی اغراض کے ماتحت اختیار کیا۔ سپین میں سات سو سال سے زائد عرصہ تک اسلامی حکومت رہی ہے، اور کوئی درد مند دل رکھنے والا مسلمان سپین جاکر وہاں کے عہد اسلامی کی قدیم یادگاروں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جناب مولوی صاحب موصوف بھی طبعاً متاثر ہوئے، اور واپسی پر آپ نے اپنے سفر کے تاثرات اور سپین کے اسلامی عہد کی تاریخ پر ایک رسالہ "اندلس یعنی مسلم سپین" تصنیف فرمایا۔ یہ رسالہ نہایت دلچسپ اور علمی معلومات پر مشتمل ہے۔ ہم ناظرین "ریویو" کے لئے فی الحال اسکے دو باب یہاں درج کرتے ہیں، جن میں اسلامی حکومت کے زوال کے بعد عیسائی حکومت کی چیرہ دستیوں اور مظالم کا بیان ہے۔ سپین اور ہندوستان کے واقعات بہت حد تک ملتے جلتے ہیں، اور ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے سپین کے مسلمانوں کے حالات میں بہت کچھ عبرت و موعظت کے سامان پنہاں ہیں۔ ایڈیٹر]

عیسائیوں کی عہد شکنی اور ان کے مظالم

عیسائیوں کے مظالم پہلے یہودیوں پر شروع ہوئے۔ ۱۴۹۲ء میں فرڈیننڈ (Ferdinand) نے حکم جاری کیا، کہ یہودی اپنا مذہب چھوڑ دیں ورنہ ملک سے نکل جائیں۔ اس کے بعد انہیں یا تو جلا کر خاک کر دیا گیا، یا ملک سے دُکھ دیدے کر جلا وطن کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں سے بھی چھیڑ چھاڑ شروع کی گئی، جو شرائط طے کی گئی تھیں، ان کی خلاف ورزی شروع کر دی گئی، کتابیں جلا دی گئیں، مساجد کو قفل لگا دیئے گئے، اور انہیں مار مار کر عیسائی بنایا جانے لگا۔ غرض مسلمانوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے اُن پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آنکھوں کے آگے سے گذارنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے ایک اور نظارے کی طرف مجھے اشارہ کیا، اور میری توجہ اُدھر پھیر کر خود غائب ہو گیا۔ مَیں اسی محویت میں کھڑا رہا، اور کھڑا رہا، اور کھڑا رہا، یہانتک کہ میری لڑکی کی، جو میرے ساتھ تھی، مجھے آواز آئی، کہ دیر ہو گئی ہے۔ یہ سُنکر میں پھر مادّی دُنیا میں آگیا، مگر میرا دل رقت انگیز جذبات سے پُر تھا، وہ خون ہو چکا تھا، اور اس سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک لذّت بھی تھی، وہ غم سرور سے ملا ہوا تھا، مَیں نے افسوس سے اس دنیا کو دیکھا، اور کہا۔ "مَیں نے پالیا، مَیں نے پالیا" اس وقت میری وہی کیفیت تھی، جو آج سے دو ہزار سال پہلے گیا کے پاس ایک بانس کے درخت کے نیچے گوتم بدھ کی تھی، جب وہ خدا تعالےٰ کا قرب اور اس کا وصال حاصل کرنے کے لئے بیٹھا، اور دُنیا کے راز کو سوچنے لگا، یہانتک کہ خدا نے اس پر یہ راز کھول دیا، تب گوتم بدھ نے یکدم اپنی آنکھیں کھولیں، اور کہا "مَیں نے پالیا، مَیں نے پالیا"

یہی حالت میری ہوئی، جب مَیں نے کہا "مَیں نے پالیا" تو میری لڑکی نے پوچھا، ابّا جان کیا پالیا؟ مَیں نے کہا بہت کچھ، مگر ابھی بتا نہیں سکتا، جلسہ سالانہ پر انشاء اللہ بتاؤنگا، کہ کیا پالیا، وہاں تم بھی سُن لینا۔

اب مَیں مختصراً اپنے ان تاثرات کا اظہار کرتا ہوں، اور قدم بقدم آپ کو اپنے اس وقت کے خیالات کے ساتھ ساتھ لے جانے کی کوشش کرتا ہوں، اور آپ کو بھی اپنی اس سیر میں لیکر چلتا ہوں۔

جب مَیں اس وسیع نظارہ کو دیکھ رہا تھا، تو میرے دل نے کہا، مَیں کیا دیکھتا ہوں، اور کن گذشتہ دیکھی ہوئی چیزوں کی یاد میرے دل میں تازہ ہو رہی ہے، کہ نہ صرف وہ نظارے بلکہ پچھلے سفر کے نظارے بھی میری آنکھوں کے سامنے آگئے۔ اس وقت مجھ پر ایک ربودگی کی حالت طاری تھی، اور گذشتہ تمام نظارے ایک ایک کر کے میری آنکھوں کے سامنے سے گذرنے لگ گئے، اور مجھے یوں معلوم ہوا، کہ گویا مَیں کُہر میں کھڑا ہوں، اور ہر چیز دُھندلی ہو کر میری آنکھوں کے سامنے سے گذر رہی ہے۔ غرض میرے دل نے کہا مَیں کیا دیکھتا ہوں، اور کن گذشتہ نظاروں کی یاد میرے دل میں تازہ ہو رہی ہے، جب یہ سوال میرے دل میں پیدا ہوا، تو میرے دل نے یہ جواب دیا کہ:۔

(۱) مَیں نے قلعے دیکھے ہیں، جن کے دو اثر میرے دل پر پڑے ہیں، ایک یہ کہ ان قلعوں کے ذریعہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ ۱۴۹۹ء میں زمینیز (Ximenes) نے ہر جگہ مظالم کا سلسلہ باقاعدہ سرکاری طور پر شروع کر دیا۔ جبری بپتسمہ عام ہو گیا، جو لوگ بپتسمہ نہیں لیتے تھے انہیں قتل کر دیا جاتا تھا یا جلاوطن۔ کچھ مسلمان بھاگ کر الپکسارس (Alpuxarras) چلے گئے، اور وہاں عورتیں اور بچے ایک مسجد میں جمع ہو گئے، عیسائیوں نے بارود سے اس مسجد کو اڑا کر جلا دیا، مرد اس سے پہلے قتل کئے جا چکے تھے۔ جو لوگ اپنی جان بچا کر دوسرے ملکوں کو بھاگتے تھے ان کے گھر اور مال اور سب کچھ چھین لیا جاتا تھا۔ باقی جتنے مسلمان بھی سپین میں رہے، سب کو تلوار کے زور سے عیسائی بنا لیا گیا۔ اُوپر سے وہ لوگ بے شک عیسائی ہوتے تھے۔ لیکن دل میں مسلمان ہی رہتے تھے۔ اور اپنے طور پر مخفی نمازیں پڑھتے تھے۔ مشہور یورپین مؤرخ لین پول لکھتا ہے:۔

"جونہی پادری کی نظروں سے لوگ اپنے بچوں کو بپتسمہ دلا کر اوجھل ہوتے تھے، اس مقدس پانی کو دھو ڈالتے تھے۔ عیسائی طرز کی جبری شادیوں کے بعد وہ گھروں میں آ کر دوبارہ اسلامی طرز پر اپنے نکاح پڑھتے تھے۔ ایک دانا اور دیانتدار حکومت اس معاہدہ کی پابندی کر کے جو غرناطہ کے قبضہ کے وقت کیا گیا تھا، اس بے چینی کے اندرونی اسباب کا سدباب کر سکتی تھی، لیکن حاکمانِ سپین نہ عقل رکھتے تھے اور نہ وہ دیانتدار تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں وہ دن بدن زیادہ سے زیادہ ظالم اور بدعہد بھی بنتے گئے۔"

ان بدقسمت مسلمانوں میں سے اگر کسی کے متعلق حکومت کو ذرا بھی شبہ ہو جاتا، تو فوراً بے رحمی سے اس کو قتل کر دیا جاتا۔ غرناطہ، قرطبہ اور سیول (Sevilles) میں ہر وقت آگ جلتی رہتی تھی اور مشتبہ مرد عورتوں اور بچوں کو اس میں ڈال کر صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جاتا تھا۔ مسلمان کے لئے ایک چاقو تک اپنے پاس رکھنا سنگین جرم تھا۔ ۱۵۶۷ء میں ان کی حالت بالکل ناقابل برداشت ہو گئی۔ غرناطہ کے آرچ بشپ نے فلپ ثانی (Philip II) سے یہ حکم جاری کروا دیا۔ کہ مسلمان اپنا لباس ترک کر کے عیسائیوں کی طرح ہیٹ اور بوجس پہننا شروع کر دیں، نہانا چھوڑ کر اپنے حاکموں کا گندا اختیار کریں، اپنی زبان بھول جائیں، اپنی عادات اور رسوم بلکہ اپنے نام تک بھی بدل دیں، اور کلیۃً سپینش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بن کر اسلام اور اپنی تہذیب کا نام ونشان مٹا دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بچارے نہتے مسلمان تنگ آمد بجنگ آمد کے مقولہ کے مطابق لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ پھر کیا تھا۔ مردوں عورتوں اور ان کے بچوں کو ان کے سامنے قصائیوں کی طرح ذبح کر دیا گیا۔ جو لوگ غاروں میں بھاگ گئے تھے، انہیں وہیں دھوئیں سے دم گھونٹ گھونٹ کر مار دیا گیا۔ ویلنشیا (Valencia) اور مورشیا (Murcia) میں کچھ بدقسمت مسلمان باقی رہ گئے تھے ۱۶۱۰ء میں فلپ سوم (Philip III) نے اپنے باپ کے کام کو تکمیل تک پہونچا دیا، اور پانچ لاکھ مسلمانوں کو ان کا سب مال وغیرہ چھین کر، افریقہ کے ساحل پر زبردستی پھینک دیا گیا، اندرونِ ملک سے دو لاکھ کے قریب مسلمانوں کو فرانس کی طرف دھکیل کر نکال دیا گیا۔ بہت سے رستے ہی میں جاں بحق ہو گئے، اور جو بچے، وہ مشکل سے اسلامی ملکوں میں پہنچ۔ کہتے ہیں غرناطہ کے فتح ہونے کے وقت سے لیکر فلپ سوم (Philip III) کے عہد تک تیس لاکھ مسلمان سپین سے مار مار کر بھگا دیئے گئے۔

ایک سپین کا مورّخ کونڈے (Conde) لکھتا ہے:۔

"ایک دائمی تاریکی اس ملک پر چھائی ہوئی ہے، جس کو مسلمانوں کے دم نے ایک زمانہ میں چمکا کر روشن کر دیا تھا۔ نیچر وہی ہے، وہ اسی طرح خندہ زن ہے، جس طرح پہلے تھی۔ لیکن اس ملک کے بسنے والے اور ان کا مذہب بدل چکا ہے۔ چند لوٹی پھوٹی یادگاریں ان کھنڈرات میں اب بھی نمایاں نظر آتی ہیں جو اس خراب وخستہ ملک پر پھیلے ہوئے ہیں، ان برباد شدہ علاقوں کے کھنڈرات سے اس صداقت کی آواز بلند ہوتی سُنائی دیتی تھی، کہ عرب مفتوح ہو کر بھی معزز ہیں، خدا ان کی شان کو ہمیشہ دوبالا کرے۔ سپین کے لوگ فاتح ہو کر بھی تباہ ہیں، اور ہمیشہ کے لئے مصیبت کا شکار، ان پر لعنت ہی لعنت برس رہی ہے۔"

لین پول لکھتا ہے:۔

"سپین کے دھوکہ خوردہ عیسائی نہ جانتے تھے، کہ وہ کیا کر رہے ہیں، مسلمانوں کے جلاوطن کرنے میں وہ خوشی محسوس کرتے تھے، کیونکہ یہ عجیب نظارے انہوں نے پہلے نہ دیکھے تھے ..... آہ! انہوں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ سمجھا کہ مسلمانوں کو تباہ کرکے وہ اپنے ہی سنہری ہنس کا گلا گھونٹ رہے ہیں۔ صدیوں تک ان کا ملک تہذیب کا مرکز رہ چکا تھا، علوم و فنون کا معدن، اور ہر ایک تہذیب اور ترقی کا مرجع تھا، سارے یورپ میں اور کوئی ملک نہ تھا، جو سپین کی تہذیب اور تمدّن کے قریب بھی پہونچا ہو۔ ...... مسلمان جلا وطن کر دیئے گئے۔ تھوڑی دیر تک عیسائی سپین چاند کی طرح مانگی ہوئی روشنی سے چمکتا ہوا نظر آیا۔ اس کے بعد اُسے گرہن لگ گیا۔ اور اس وقت سے لیکر آج تک سپین اسی تاریکی میں مبتلا ہے۔ مسلمانوں کی صحیح یادگار سپین کے ان کھنڈرات میں دیکھی جا سکتی ہے، جہاں ایک حبّہ بھی اب پیدا نہیں ہوتا۔ حالانکہ مسلمانوں نے اُسے نہایت ہی زرخیز اور اناج، زیتون، انگور اور سبزہ سے لہراتی ہوئی ایک خوبصورت وادی بنا دیا تھا۔

ہاں اسلام کی بہترین یادگار سپین کے وہ احمق اور جاہل لوگ ہیں، جو کسی زمانہ میں علم اور دانائی کے لئے مشہور تھے۔ یعنی اسلام کی عظمت ان لوگوں سے روشن ہے، جو اس وقت ساری اقوام عالم کی نظر میں دائمی قعرِ مذلّت میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ حق و انصاف یہی چاہتا تھا، کہ انہیں یہ سزا دیجاتی"

مسلمانوں سے عیسائیوں کا سلوک

اسلام کامل مذہبی آزادی کا حامی ہے، اس لئے جہاں جہاں مسلمان گئے، انہوں نے اس اصُول کے ماتحت تمام غیر مذاہب کے پَیروؤں سے نہایت نیک سلوک کیا۔ عیسائیوں نے مذہبی جنون اور تعصّب سے اندھے ہو کر مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا، اور جس طرح ان کا نام و نشان سپین سے مٹا دیا، اس کے متعلق ابھی کچھ لکھا جا چکا ہے، اہل یورپ اسلام کے سامنے شرم کی وجہ سے سر نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن اس کے برعکس مسلمانوں نے جو نیک سلوک عیسائیوں سے کیا ہے۔ اس کا اقرار کرنے پر متعصّب سے متعصّب عیسائی بھی مجبور ہو گئے ہیں۔ عیسائیوں نے معاہدہ کرکے اس کا لفظ لفظ توڑا، اور مسلمانوں نے بغیر کسی معاہدہ اور شرط کے اسلام کی تعلیم کے مطابق عیسائیوں سے ایسا اعلیٰ سلوک کیا، جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

یسوع کے پجاریوں نے مساجد کو مسمار کیا، جلایا، اور انہیں گرجے بنا کر ان پر صلیب بلند کی، اور ایک مسجد بھی مسلمانوں کی عبادت کے لئے سارے ملک میں نہ چھوڑی۔ لیکن مسلمانوں نے ہر جگہ انکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گرجوں کی حفاظت کی۔ نئے گرجے تعمیر کرنے میں ان کے لئے آسانیاں پیدا کیں، بلکہ خود ایسے کاموں میں عیسائیوں کو امداد دی۔ نویں صدی کے وسط میں عیسائی مصنّفوں کے بیان کے مطابق صرف قرطبہ میں چھ گرجے موجود تھے۔ مخلص عیسائیوں نے طاقت حاصل کرنے پر مسلمانوں کے سینکڑوں حمام اور غسلخانے کفر کا نشان قرار دیکر گرا دیئے، لیکن مسلمانوں نے جب سپین پر حکومت کی، تو ہر جگہ ان کی Monestry اور Convent کی حفاظت کی۔ صرف قرطبہ کے ارد گرد ۸ ایسی عمارات موجود تھیں۔

عیسائیوں نے حاکم بنکر مسلمانوں کو جبری بپتسمہ دیا، اور رعایا ہو کر حکومت کے نمائندوں کے سامنے جا کر اسلام کو بُرا بھلا کہا۔ لیکن مسلمانوں نے انہیں معاف کیا۔ اور عیسائیوں کے لئے اپنے طریق پر عبادت کرنے کی کامل آزادی دی، بلکہ ان کو تبلیغ کرنے کی بھی کھلی اجازت تھی۔ عیسائیت کے قیام کے لئے جس مستقل انتظام کی ضرورت تھی، وہ بھی احسن طور پر موجود تھا۔ چنانچہ ہر جگہ بشپ مقرر تھے۔ مورگڈو (Morgdo) بیان کرتا ہے کہ سیول (Seville) میں بارھویں صدی کے وسط تک ۱۳ بشپ ہو گزرے ہیں۔ کامبرا (Coimbra) میں سات، وِسو (Visew) میں ۹، اور ٹولیڈو (Toledo) کے ۱۱ بشپ بیان کئے گئے ہیں۔ مالگا (Malaga) میریڈا (Merida) اور قرطبہ غرض ہر جگہ پادری موجود تھے، اور وہ عیسائیوں کی رُوحانی تعلیم اور عبادت وغیرہ کا پوری آزادی کے ساتھ انتظام کرتے تھے۔

اسپانا سگراڈا (Espana Sagrada x1:31) میں لکھا ہے، کہ ایک دفعہ ولنیٹس (Valentius) بشپ آف قرطبہ نے ایک ایسے پادری کو عہدہ دیدیا، جسے The Prelates in Council کونسل آف پریلیٹس مذہب سے ہی خارج کر چکی تھی، تو عیسائیوں کے رئیس اعظم سرونڈیز (Servandees) نے مسلمان بادشاہ کے پاس معاملہ پیش کر کے بشپ ویلیٹس (Valentuis) کو موقوف کروا دیا۔ اور کسی اور کو بشپ مقرر کروالیا۔

شمال کے عیسائی، جو ہمیشہ مسلمانوں سے برسرپیکار اور جنگ کرتے رہے، جب بھی کسی مذہبی مشن پر سپین میں آتے، ان کے ساتھ نہایت عزت کا سلوک ہوتا، ان کے بزرگ یا جن کو وہ شہید خیال کرتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھے، اگر اسلامی علاقہ میں فوت ہو جاتے، تو وہ عزّت کے ساتھ وہاں دفن کر دیئے جاتے تھے، اور اگر ان کی ہڈیاں یا نشانیاں بطور تبرک اپنے علاقہ میں کوئی لے جانا چاہتا، تو اُسے کسی قسم کی روک نہ تھی۔ کرونیکا جنرل (Cronica Genral) میں لکھا ہے، کہ سینکو (Sancho the Fat) نے عبدالرحمٰن ثالث کے پاس درخواست بھیجی، کہ سینٹ پیلائیو (St Pelayo) کی ہڈیاں اُسے بھیجدی جائیں۔ اور اسے اس کی منظوری کا اس قدر یقین تھا کہ اس نے لیئن (Leon) میں ایک Monestry کی تعمیر اُسی وقت شروع کر دی۔

برن ہارڈ اور وِشا (Bernhard & whishaw) اپنی کتاب میں اس امر کے بہت سے دلائل دیکر کہ مسلمانوں کے ماتحت عیسائیوں کو ہر طرح کامل مذہبی آزادی تھی، لکھتے ہیں:-

"The christian church had a coutinuous and so far as can be gathered a vigorus existence, not only during the moslem domination in Spain, but also in Morroco for nearly a 150 years ufter Islam had lost the whole of Spain except the Kingdom of Granada. This fact alone shows that there could have been little or no persecution, for the sturdiest faith could hardly have survived for 5 or 6 hundred years, had any persistent attempt been made to stampt it out"

علاوہ ازیں یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ حکومت کا بڑے سے بڑا عہدہ عیسائیوں کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لئے ایسا ہی کھلا تھا جیسا کہ مسلمانوں کے لئے۔ نہ صرف سول بلکہ ملٹری عہدوں کا بھی یہی حال تھا۔ بلکہ حکومت کے سب سے نازک اور اہم شعبہ میں جو امور خارجیہ کے ساتھ تعلق رکھتا تھا اور جسے آجکل ڈپلومیٹک سروس کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک مسلمان اور ایک عیسائی میں کسی قسم کی تمیز نہ کی جاتی تھی۔

علوم و فنون کے سیکھنے اور سکھانے میں عیسائی اسی طرح آزاد تھے، جس طرح کہ مسلمان۔ عیسائی اور یہودی مصنفین، ادیب، شعراء، حکیم اور فلاسفر اسی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، جس طرح کہ مسلمان۔ صنعت، حرفت، تجارت وغیرہ ہر ایک چیز میں عیسائی مسلمانوں کے ساتھ برابر شریک اور شامل تھے۔ ان کی جان اور مال عزت اور آبرو غرض دین اور دنیا سب کی اسی طرح حفاظت کی جاتی تھی جس طرح کہ مسلمانوں کی۔ بلکہ بعض بادشاہوں نے عیسائیوں کے ہاں شادیاں کر کے ان کو خود شاہی خاندان میں شامل کر دیا، اور انہیں ایسا معزز بنا دیا، کہ جس کی وجہ سے دوئی کا احساس قطعی طور پر مٹ گیا۔

آجکل کی مہذب حکومتیں غور کر کے دیکھیں، کہ کیا انہوں نے آزادی، رواداری، انصاف اور انسانی اخوت کا ایسا ہی نمونہ قائم کر دیا ہے۔ اگر نہیں تو کیا وہ سپین کی اسلامی حکومت کے مطالعہ سے اب بھی فائدہ اٹھانے کو تیار ہیں یا نہیں؟

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہستی باری تعالیٰ

(از خان بہادر مولانا عطاء الرحمٰن صاحب ایم۔ اے۔ شیلانگ)

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] (ابراہیم-۲)

یہ ایک قطعی بیان ہے جو قرآن کریم نے ہستی باری تعالےٰ کے متعلق پیش کیا ہے۔ اسلامی نقطۂ نگاہ سے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایمان نہ تو وہم ہے' اور نہ کسی مافوق البشر چیز سے خوف کا نتیجہ، بلکہ یہ فطرتِ انسانی کا جزو ہے، اور انسان کے وجود میں اس کا خمیر ہے۔ دہریّت یا انکارِ وجودِ باری کی ہر ایک قسم محض منفی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ بیک وقت انسان کی فطرت یا عقل کے بگڑ جانے کا نشان اور ثبوت ہے۔ ورنہ اگر انسان کو اس کے طبعی میلانات پر چھوڑ دیا جائے، جہاں وہ بیرونی مخالف اثرات سے آزاد ہو، تو اس کا نفس ایک غیر محدود ہستی کا بشدت تقاضا کرے گا، اور اس کی رُوح خدا تعالےٰ کی رُوح کے لئے بے قرار ہو جائے گی۔

قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت خدا تعالےٰ کی ہستی پر اسی طبعی ایمان کی طرف اشارہ کرتی ہے:-

فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ[2] (الروم-۴) اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ دینِ قیّم ہے کیونکہ اس کی بناء فطرتِ انسانی پر ہے، اور وہ ایک کامل اور حکیم مطلق خدا کی ہستی پر ایمان لانے کی تعلیم دیتا ہے۔ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے محولہ بالا آیت کی تفسیر کی ہے، اور بیان فرمایا ہے، کہ فطرتِ انسانی اسلامی تعلیم کے مطابق ایک سچے خدا پر ایمان لانے کی متقاضی ہے۔ چنانچہ فرمایا، مَامِنْ

---

[1] ان کے رسولوں نے کہا، کیا اللہ میں شک ہے، جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔

[2] پس تو قائم رکھ اپنی توجہ دین کے لئے راست روی اختیار کرتے ہوئے، اللہ کی (پیدا کردہ) فطرت پر قائم رہو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیز کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا یہ قائم رکھنے والا دین ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْیُنَصِّرَانِہٖ اَوْیُمَجِّسَانِہٖ[1]

......اور پھر آپؐ نے قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کے الفاظ پڑھے۔ (بخاری)

قرآن کریم میں ایک اور لطیف آیت ہے، جو تمثیلی طور پر اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا[2] (اعراف-۲۲) پیدائش کے وقت انسان کا اللہ تعالیٰ کی ہستی کی شہادت دینا بتاتا ہے، کہ فطرتِ انسانی ہمیں ایک بالاہستی کے وجود اور حکمتِ کاملہ پر ایمان لانے کی تلقین کرتی ہے۔ اور دہریّت اور انکارِ وجودِ باری کی ہر ایک نوع کو ردّ کرتی ہے۔

فطرتِ انسانی کی آواز کے علاوہ اگر ہمارے فہم میں قصور نہ ہو، تو ہمارے لئے ناممکن ہے، کہ ہم اس عالمگیر وزنی شہادت کو ٹھکرا دیں، جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں مختلف اقوام اور مختلف ممالک میں پیدا ہونے والے نبیوں اور رسولوں اور صلحاء کی ایک عظیم الشان فوج نے ہر ایک زمانے میں دی۔

جسمانی اور اخلاقی دنیا کا نظام ہستی باری تعالےٰ کا ایک بہت پختہ ثبوت ہے۔ جہاں کہیں نظام اور ترتیب ہو اس کے پیچھے ضرور ایک دماغ ہوتا ہے جو اس نظام اور ترتیب کو ظہور میں لاتا ہے کیونکہ یہ خیال میں بھی نہیں آسکتا، کہ مختلف عناصر اور مادّہ کے اجزاء خود بخود یا محض حسنِ اتفاق سے اس طور پر واقع ہوجائیں کہ ان سے عالم کا نظام، یا اوقات کا ایک معقول تسلسل پیدا ہوجائے۔

نظامِ عالم کے لئے ایک مدبر بالارادہ ہستی کے موجود ہونے کا مضمون قرآن کریم نے بار بار بیان

---

[1] ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے (یعنی فطرتِ صحیحہ ایک خدا پر ایمان کی مقتضی ہے) پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔

[2] اور جب نکالی تیرے رب نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد اور ان کو ان پر گواہ ٹھہرایا (یہ کہتے ہوئے) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو انہوں نے کہا، ہاں ہم گواہ ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔[1] (آل عمران ۔ ۲۰) وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ۝ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۝ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ۝ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ[2] (الملک ۔ ۱) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَبَثَّ مِنْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ[3] (لقمان ۔ ۱)

اسی مضمون کی بہت سی آیات قرآن کریم میں آتی ہیں، جو انسان کی عقل اور اس کی ضمیر کو اس رنگ میں اپیل کرتی ہیں، کہ اجرامِ فلکی کی حرکات اور موسموں کے اختلاف کی باقاعدگی اور دُنیائے نباتات وحیوانات کے اجزاء کی عجیب ترتیب اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایک ناقابلِ انکار شہادت پیش کرتے ہیں۔ علم طبیعات کی ترقی کے دوران میں اعداد و تناسب کے متعلق ایسے ایسے قوانین کا انکشاف ہوا ہے، جو دنیا میں ترتیب اور ربط کا پتہ دیتے ہیں۔ علم کیمیا کے ذریعہ سے عناصر کی ترتیب کے قوانین بے نقاب ہوئے ہیں۔ علم ہیئت نے نظامِ شمسی کے عجائبات کو ظاہر کیا ہے، جو اسی قسم کے لکھوکھا نظاموں میں سے ایک ہے۔ یہ تمام نظام آپس میں بالکل نہیں ٹکراتے۔ بلکہ ایسی باقاعدگی سے چلتے ہیں۔ کہ ہم ان کو

---

[1] یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشان ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں۔

[2] اور وہی عزیز و غفور خدا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے ہیں یکساں طور پر، تو رحمان کی پیدائش میں کوئی اختلاف نہ دیکھے گا۔ پھر نظر لوٹا تو کوئی فساد نہ دیکھے گا۔

[3] اس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے پیدا کیا جنہیں تم دیکھ سکو، اور اس نے زمین میں پہاڑ کھڑے کئے تاوہ تمہیں کھانے کا سامان مہیا کریں۔ اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے۔ اور ہم بادل سے پانی اتارتے ہیں۔ پھر اس میں ہر قسم کی اعلیٰ چیزیں اگاتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عالم سیارگان کی موسیقی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ علم بیالوجی (Biology) اس نفیس ترتیب کو ظاہر کرتا ہے، جو جزو کو جزو کے ساتھ، جزو کو کُل کے ساتھ اور کُل کو ماحول کے ساتھ ہے۔ علم طبقات الارض ہمیں زمین کی نشوونما کی تاریخ سے آگاہ کرتا ہے، جس میں ریاضی کی سی صحت پائی جاتی ہے۔ جب ہم عالم کے ان تمام نظاروں پر نظر کرتے ہیں، جن میں غایت درجہ کی ترتیب اور تنظیم ہے، تو ہمیں ماننا پڑتا ہے، کہ یہ تمام کارخانۂ قدرت ایک برتر عقل اور مدبر فہم کے بغیر نہیں ہے۔ معقول عمل ایک معقول ہستی کو چاہتا ہے۔ اس لئے قدرت ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ بعض لوگ نیچر کی جگہ عام قوانین کو دیتے ہیں۔ لیکن مَیں پوچھتا ہوں، کیا قوانین کے لئے کسی مقنّن کی ضرورت نہیں ہوتی؟ پس اگر اللہ تعالیٰ ان قوانین کا مقنّن نہیں تو اور کون ہے؟

ایک اور زبردست دلیل جو قرآن کریم پیش کرتا ہے، یہ ہے، کہ ہمیں اپنے ماحول میں ہر ایک چیز محدود نظر آتی ہے، اور کوئی تحدید بغیر محدّد کے نہیں ہوسکتی۔ مثال کے طور پر ہر ایک حیوان ایک محدود عرصہ کے لئے زندہ رہ سکتا ہے۔ ہر ایک جاندار چیز اپنے گرد وپیش کے حالات میں محصور ہے، اور اگر اسے اس ماحول سے نکال دیا جائے، تو وہ نشوونما نہیں پاسکتی۔ اسی قانونِ تحدید کی طرف جو تمام جاندار اور بے جان اشیاء میں (جن میں مادّہ اور رُوح بھی شامل ہیں) نظر آتا ہے، قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت اشارہ کرتی ہے۔

خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا[1] (فرقان-۱)

یقیناً ہمارے لئے ان قوانینِ مقداری کا انکار ناممکن ہے، جو وزن، پیمائش اور اعداد کے متعلق عالمِ کائنات میں پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو ماننے والا سوال کرتا ہے، کہ مادّہ کے لئے کیونکر ممکن تھا، کہ وہ وزن پیمانہ اور اعداد سے واقف ہوتا، اور مقدار کے لحاظ سے خود بخود ترکیب پاکر اس خوبصورت دُنیا کی شکل میں ظہور پذیر ہوتا۔ قرآن کریم مندرجہ ذیل الفاظ میں اس سوال کو پیش کرتا ہے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝[2] (طور-۲)

پھر قرآن کریم ہمیں اس اتحاد پر غور کرنے کی ہدایت کرتا ہے، جو نباتات کے اختلاف میں نظر آتا ہے،

---

[1] اس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر اس کا ایک اندازہ مقرر کیا۔

[2] کیا وہ کسی کے پیدا کرنے کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں۔ یا کیا وہ اپنے آپ خالق ہیں؟ یا کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ نہیں، بلکہ وہ یقین نہیں رکھتے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیسے کیسے حفاظت کے سامان مسلمان بادشاہوں کی طرف سے پیدا کئے گئے تھے، دوسرا یہ کہ کس طرح یہ حفاظت کے سامان خود مٹ گئے، اور ان کو بنانے والا بھی کوئی نہیں رہا۔

(۲) پھر مَیں نے کہا دوسری چیز مَیں نے مقابر دیکھے ہیں۔ یہ مقابر مُردہ بادشاہوں کے ہیں، مگر ان کی شوکت کو ہماری آنکھوں کے سامنے لا رہے ہیں۔

(۳) تیسرے مَیں نے مساجد دیکھی ہیں، نہایت خوبصورت مساجد، چھوٹی بھی اور بڑی بھی، جو ہزاروں آدمیوں کو خدا تعالیٰ کے ذکر کے لئے جمع کرنے کے لئے کہیں سُرخ اور کہیں سفید پتھر سے تیار کی گئی ہیں

(۴) چوتھے مَیں نے ایک وسیع اور بلند مینار دیکھا ہے، آسمان سے باتیں کرتا ہُوا، جس کی بلندی کو دیکھکر انسانی نظر مرعوب ہو جاتی ہے۔

(۵) پانچویں مَیں نے نوبت خانے دیکھے ہیں، جہاں موسیقی سے لوگوں کے جذبات کو ابھارا جاتا تھا، اور جہاں سے بادشاہ کے اعلان کو گرجتے ہوئے بادلوں کی طرح نوبتوں کے ذریعہ سے دنیا کو سُنایا جاتا تھا۔

(۶) چھٹے میں نے باغات دیکھے ہیں، جو کسی وقت اپنی سرسبزی اور شادابی کی وجہ سے جنت نگاہ تھے، اور آنکھوں کو سرور اور دلوں کو لذت بخشا کرتے تھے۔

(۷) ساتویں مَیں نے دیوان عام دیکھے ہیں، جہاں بادشاہ اپنے عدل اور انصاف سے اپنی رعایا کی تکلیفوں کو دُور کیا کرتے تھے۔

(۸) آٹھویں مَیں نے دیوان خاص دیکھے ہیں، جہاں بادشاہ اپنے خاص درباریوں سے راز و نیاز کی باتیں کیا کرتے تھے۔

(۹) نویں مَیں نے نہریں دیکھی ہیں، جو اِدھر سے اُدھر پانی پہونچایا کرتی تھیں، اور پیاسے درختوں کو نئی زندگی بخشتی تھیں۔

(۱۰) دسویں مَیں نے لنگر خانے دیکھے ہیں، جہاں سے ہر مذہب و ملّت کے لوگوں کو کھانے تقسیم ہُوا کرتے تھے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نباتات کی عجیب وغریب اقسام جو بظاہر بالکل مختلف اور متنوع معلوم ہوتی ہیں، غور کرنے پر ایک نمایاں اتحاد کا اظہار کرتی ہیں۔ اور یہی وہ اتحاد ہے، جو ایک حکیم ہستی کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے، جس کی حکمت حیات کی تمام اشکال پر حاوی ہے، اور ان میں وحدت کا باعث ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۚ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (انعام-۱۲)

یعنی وہی ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے، اور اس سے ہم ہر طرح کی روئیدگی نکالتے ہیں۔ پھر اس سے ہم سبز کونپلیں نکالتے ہیں، اس سے ہم تہ بتہ دانے نکالتے ہیں۔ اور کھجوریں سے اس کے گابھ میں سے جھکے ہوئے گچھے، اور انگوروں کے باغ، اور زیتون اور انار، ایک دوسرے سے ملتے جلتے یا نہ ملتے جلتے، اس کے پھل دیکھو جب وہ پھل لائے، اور اس کے پکنے کو دیکھو، یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔

نہ صرف نباتات میں بلکہ حیات انسانی میں بھی خدا تعالےٰ کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ انسان کا مٹی سے پیدا ہونا، اس کی نسلوں کا دنیا میں پھیل جانا، انسانی زندگی کی پیچیدگیاں، انسان کی اخلاقی اور روحانی حس کا ارتقاء اور دنیا کے اخلاقی اور روحانی نظام کا کاروبار، سب کے سب ہستی باری تعالیٰ کا پتہ دیتے ہیں۔ قرآن کریم اس حقیقت کو نہایت دلکش پیرائے میں یوں بیان فرماتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اٰیٰتِہٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ ط ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمْ دَعْوَۃً ق مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ہ وَ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوْنَ ہ وَ ھُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَ ھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ ط وَ لَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ج وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ہ (الروم-۳)

یعنے اس کے نشانوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر جب تم بشر بن جاتے ہو، تو دیکھو تم اِدھر اُدھر پھیل جاتے ہو۔ اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے تمہاری بیویاں بنائیں۔ تا تم ان سے راحت حاصل کرو، اور اس نے تم میں محبت اور شفقت رکھدی۔ یقیناً اس میں سوچنے والے لوگوں کے لئے نشانات ہیں۔ اور اس کے نشانوں میں سے ہے، آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف۔ ضرور اس میں نشانات ہیں علم والوں کے لئے۔ اور اس کے نشانات میں سے ہے تمہارا رات اور دن کا سونا اور تمہارا تلاش کرنا اس کے فضل کو، یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے جو سُنتے ہیں نشانات ہیں۔ اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ تمہیں خوف اور امید کیلئے بجلی دکھاتا ہے، اور آسمان سے بارش اُتارتا ہے پھر اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے یقیناً اس میں نشانات ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور اس کے نشانوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اسکے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں زمین سے آواز دیکر پکارے گا تو تم فوراً نکل کھڑے ہوگے اور اسی کیلئے ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسکے فرمانبردار ہیں۔ اور وہی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اُسے دوبارہ پیدا کرتا ہے، یہ اس پر آسان ہے اور اس کی شان بہت بلند ہے زمینوں اور آسمانوں میں، اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

متذکرۃ الصدر دلائل کی بناء پر ہم یہ نتیجہ تو نکال سکتے ہیں کہ خدا ہے لیکن اس کی ہستی پر کامل یقین حاصل کرنے کے لئے الہام الٰہی واحد ذریعہ ہے۔ جب خدا خود بولتا ہے، اور اس کے پُرشوکت الفاظ اس زندگی میں سُنائی دیتے ہیں، تو ہم منطقی استدلال کے دائرے سے نکل کر براہِ راست اللہ تعالےٰ کی ہستی کا تجربہ کرتے ہیں۔ ہمارا شک بالکل رفع ہوجاتا ہے اور ہم اپنے تئیں عالمِ یقین میں پاتے ہیں۔ اس حالت میں اللہ تعالےٰ کی ہستی کا انکار ایسا ہی ناممکن ہوجاتا ہے جیسا اپنی ہستی کا انکار۔ قرآن کریم نے متعدد مقامات میں اللہ تعالےٰ کی صفتِ کلام پر زور دیا ہے، جسکے ذریعہ وہ خود اپنے وجود کی شہادت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیتا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے:۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا[1]۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ بلاواسطہ ان لوگوں سے کلام کرتا ہے، جو اسکی راہ میں عاجزی سے قدم مارتے ہیں۔ اسی طرح فرمایا لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ[2]۔ یہ آیت نہایت عمدگی سے یہ حقیقت بیان کرتی ہے کہ چونکہ انسان محدود ہے، اس لئے وہ محض اپنی کوشش سے اللہ تعالیٰ کو نہیں پاسکتا، بلکہ خدا تعالیٰ خود اس کی پکار کو سنتا ہے، اور اپنی مسلسل وحی کے ذریعے اس کو باریاب کرتا ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ[3]۔ پھر فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ[4]۔ (حٰمٓ السجدہ۔ ۴)

اسلام کی رُو سے اللہ تعالےٰ کے رسول وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ وہ براہِ راست اللہ تعالےٰ سے پیغام حاصل کرتے ہیں۔ یہ پیغام اکثر پیشگوئیوں پر مشتمل ہوتے ہیں، جو اپنے مقررہ وقت پر پوری ہوتی ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی ہستی کا نہایت محکم ثبوت مہیا کرتی ہیں۔

مترجم راجہ محمد اسلم بی۔ اے (ریویو انگریزی)

---

[1] اور جو ہمیں پانے کی کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنا راستہ بتا دیتے ہیں۔

[2] آنکھیں اس تک نہیں پہونچ سکتیں۔ اور وہ آنکھوں تک پہونچتا ہے۔

[3] اور جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے دریافت کریں، تو میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار سُنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

[4] ۔ ضرور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ استقامت اختیار کرتے ہیں، ان پر فرشتے اترتے ہیں (یہ کہتے ہوئے) کہ ڈرو مت، اور غم نہ کھاؤ، اور بشارت حاصل کرو اس جنت کی جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔ ہم دُنیا کی زندگی اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نمبر ۵۱۷۳:۔ منکہ عبدالغنی خان ولد یوسف خاں صاحب قوم افغان پیشہ زراعت عمر چونسٹھ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۴ء تجدید بیعت ۱۹۲۶ء ساکن کلیانہ ڈاکخانہ خاص تحصیل چرخی دادری ضلع ریاست جیند بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰ ۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائداد غیر منقولہ بارہ صد روپیہ کی حسب ذیل ہے۔ دو مکانات پختہ مالیتی ایکہزار روپیہ اور اٹھارہ بیگھہ خام اراضی مالیتی دو صد روپیہ کل ۱۲۰۰/- کی ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کے کر دیتا ہوں اگر اس جائداد کے ۱/۱۰ حصہ وصیت کردہ ۱۲۰/- روپیہ میں سے کوئی رقم باقساط ماہ بماہ اپنی زندگی میں ادا کرتا رہوں گا۔ تو اسکی رسید بصورت حصہ جائداد متصور ہو کر منہا ہوتی رہیگی۔ چونکہ میرا گذارہ اس جائداد مذکورہ غیر منقولہ پر نہیں ہے۔ بلکہ ماہوار پنشن مبلغ گیارہ روپے تیرہ آنہ ماہوار پر ہے۔ مَیں اس ماہوار آمد کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ جو ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ اسکے بعد یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنیکے وقت جو بھی اس سے زائد جائداد ثابت ہوگی۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ عبدالغنی خاں بقلم خود۔ گواہ شد:۔ سیّد محمد علی شاہ انسپکٹر بیت المال۔ قادیان گواہ شد:۔ رحمت اللہ احمدی سیکرٹری تبلیغ سنگرور ریاست جیند۔

نمبر ۵۲۱۳:۔ منکہ شیخ محمد یعقوب ولد شیخ اللہ داد صاحب مرحوم پیشہ ملازمت عمر تیس سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن وڈالہ بانگر ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳ ۳/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) میرے والد صاحب مرحوم کے ترکہ میں دو مکان جن میں سے ایک خام اور ایک پختہ ہے۔ موضع وڈالہ بانگر تحصیل و ضلع گورداسپور میں ہیں۔ اس ترکہ میں مَیں میرا ایک بھائی تین ہمشیرگان اور والدہ محترمہ حصہ دار ہیں۔ سو مَیں وصیت کرتا ہوں۔ کہ اس جائداد سے جو شرعی حصہ میرا ہو۔ اس حصہ کے دسویں حصہ کی مالک میری وفات کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ لیکن میری وصیت کے اس حصہ کے متعلق جو روپیہ مَیں اپنی زندگی میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کردوں وہ اس میں سے وصول شدہ سمجھا جائیگا۔ میرا گزارہ اس وقت میری ماہوار آمدنی پر ہے جو کہ مبلغ ۲۷/- روپے ماہوار ہے۔ مَیں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قادیان کرتا رہونگا۔ اگر میری آمدنی میں کمی و بیشی ہوگی تو حصہ وصیت بھی اسی کے مطابق ادا کیا کرونگا اگر میری وفات کے وقت میری کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اسکے دسویں حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ العبد:۔ شیخ محمد یعقوب ٹیچر۔ ایم۔ بی سکول کوچہ چیلاں دہلی۔ گواہ شد: مرزا احمد بیگ انسپکٹر انکم ٹیکس دھلی۔ گواہ شد:۔ عباس احمد خاں الفنٹ ہوسٹل ۱۳۷ کشمیر گیٹ دہلی ؛

نمبر ۵۳۱۲:۔ منکہ خیر الدین ولد میاں مہائن صاحب قوم گھمار پیشہ برتن سازی عمر ۳۶ سال تاریخ بیعت اپریل ۱۹۲۴ء ساکن دارالرحمت قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰ ۱/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت ایک مکان پختہ معہ زمین قیمتی اندازاً مبلغ چھ صد روپیہ واقع محلہ دارالرحمت قادیان ہے۔ لیکن میرا گزارہ اس جائداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو اندازاً ساٹ روپیہ ماہوار ہے۔ میں اپنی جائداد اور ماہوار آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں اپنی آمدنی کا حصہ وصیت ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا میری وفات کے بعد جسقدر میری جائداد متروکہ ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں اپنی جائداد کا کُل یا جزو حصۂ وصیت بصورت جائداد یا نقد حوالہ یا داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کردوں۔ تو اسقدر جائداد یا رقم میرے حصہ وصیت میں اداشدہ متصور ہوگی۔ لہٰذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان تحریر کردی ہے کہ سند رہے۔ العبد: خیر الدین۔ نشان انگوٹھا۔ دارالرحمت۔ گواہ شد: مستری اللہ بخش دوکاندار محلہ دارالرحمت۔ گواہ شد:۔ فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان۔

نمبر ۵۳۱۳:۔ منکہ غلام رسول ولد میاں غلام محی الدین قوم تہیم پیشہ ملازمت عمر ۳۱ سال نو ماہ ۲ ۷/۳۱ ساکن میانی ضلع شاہپور حال سرگودھا بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۱ ۱/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت حسب ذیل جائداد ہے۔ جس کی کل قیمت -/۲۵۰۰ روپیہ ہے لیکن میرا گزارہ صرف اس جائداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو اس وقت بصورت ملازمت کلرک ڈاکخانہ -/۹۵ روپے ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدیہ قادیان میں کردں۔ تو اسقدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔ نیز جُوں جُوں میری تنخواہ میں ترقی ہوتی جائیگی۔ اسی نسبت سے یعنی ۱/۱۰ حصّہ کے حساب سے اپنی ماہوار ایزادی آمد بھی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کیا کرونگا۔ جائداد حسب ذیل ہے:۔ ایک مکان واقع بلاک نمبر ۱۶ سرگودھا قیمتی ۲۰۰/- روپیہ جو میرا اپنا پیدا کردہ ہے اور جس کا مَیں واحد مالک ہُوں اور نصف حصّہ مکان جدّی واقع میانی محلہ مغلنیا نوالہ جس کے باقی نصف حصّہ کا مالک میرا چھوٹا بھائی ہے۔ میرے حصّہ کی قیمت اندازاً ۳۰۰/- روپیہ ہے۔ فرنیچر وکتب و باقی سامان جو گھر میں استعمال ہوتا ہے اور میرا اپنا پیدا کردہ ہے۔ اندازاً قیمت ۲۰۰/- کل قیمت ۲۵۰۰/-۔ العبد:۔ غلام رسول قائم مقام امیر جماعت احمدیہ سرگودھا۔ گواہ شد:۔ فیض احمد ہیڈ کلرک سررشتہ تعلیم سرگودھا۔ گواہ شد:۔ تصدّق حسین بلاک نمبر ۹ سرگودھا۔

نمبر ۵۳۱۳:۔ منکہ محمد لطیف ولد میاں اللہ دتہ قوم راجپوت پیشہ ٹھیکیداری عمر تقریبًا ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸/۱۱ حسب ذیل وصیّت کرتا ہُوں۔ میری موجودہ جائداد ایک مکان جسکی قیمت تقریبًا آٹھ صَدر روپیہ ہے۔ ایک قطعہ سکنی زمین چھ کنال ۱۳ مرلہ واقعہ نزد دارالانوار مالیت ۹۰۰/- روپیہ ہے۔ جسکا کمترین ۱/۳ حصّہ کا مالک ہے۔ ۲/۳ میرے دوسرے تایازاد بھائیوں کا ہے۔ میاں محمد شریف صاحب ومیاں عبداللہ ولد میاں عبدالحمید ہے۔ میری نقد جائداد تقریبًا ۵۰۰/- روپیہ ہے جو کمیٹی دارالانوار محلہ میں پڑتی ہے۔ مذکورہ بالا مکان ۴۰۰/- روپے میں رہن ہے اور اس کی خشت کی قیمت ۱۵۰/- روپیہ میرے ذمہ واجب الادا ہے۔ مَیں ساری جائداد کے ۱/۱۰ حصّہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہُوں۔ میرے مرنیکے بعد اگر جائیداد زیادہ ثابت ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصّہ دیتا رہونگا جو عہ ۲۰ روپے ماہوار ہے۔ العبد:۔ بقلم خود میاں محمد لطیف مستری قادیان۔ گواہ شد:۔ محمد افضل خاں خورشید۔ گواہ شد:۔ مرزا محمد حسین جنرل محصل بیت المال قادیان:

نمبر ۵۲۶۳:۔ منکہ نذیر احمد ڈار ولد عبدالکریم ڈار صاحب قوم ڈار پیشہ ملازمت عمر اکیس سال تاریخ بیعت ۱۹۲۹ء ساکن نگل شاہو ڈاکخانہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ حال دارالسلام پوسٹ بکس نمبر ۳۷۶ برٹش ایسٹ افریقہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۴ نومبر ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ (نوٹ) اس وصیّت پر عمل درآمد دسمبر ۱۹۳۸ء سے ہوگا۔ میری اسوقت کوئی جائداد نہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مَیں ٹانگانیکا پولیس میں بعہدہ سب انسپکٹری ملازم ہوں۔ اور میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو اس وقت ۱۳۲/۵۰ شلنگ ہے۔ مَیں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ بوقت وفات میرا جو ترکہ ثابت ہو۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: نذیر احمد ڈار بقلم خود سب انسپکٹر پولیس ٹانگانیکا پولیس دارالسلام۔ گواہ شد: شیخ مبارک احمد احمدی مبلغ مشرقی افریقہ حالوارد دارالسلام۔ گواہ شد: فضل کریم لون احمدی قائم مقام پریزیڈنٹ جماعت احمدیہ دارالسلام۔

نمبر ۵۲۵۷ء۔ منکہ فضل کریم ولد امام الدین مرحوم قوم لون پیشہ ملازمت عمر ۴۳ سال تاریخ بیعت غالباً سنہ ۱۹۲۸ء ساکن سعیلہ ڈاکخانہ سعیلہ ضلع جہلم حال ٹانگانیکا افریقہ دارالسلام بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۳۶ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری کوئی جائداد نہیں۔ مَیں ٹانگانیکا ریلوے میں ملازم ہوں۔ اور ماہوار آمد پر میرا گزارہ ہے جو اس وقت ۳۳۰ شلنگ ماہوار ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر بوقت وفات میری کوئی جائداد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (نوٹ) اس وصیت پر عملدرآمد ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء سے ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز۔ العبد: خاکسار فضل کریم لون بقلم خود دارالسلام قائم مقام پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ۔ گواہ شد: شیخ مبارک احمد احمدی مبلغ مشرقی افریقہ حالوارد دارالسلام۔ گواہ شد: عبدالرحیم بٹ احمدی سیکرٹری تبلیغ دارالسلام۔ مورخہ ۳/۱۱/۳۶ ۔

نمبر ۵۳۳۲ء۔ منکہ بدر سلطان اختر ولد عبدالعزیز خانصاحب قوم پٹھان پیشہ وقف زندگی عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۳/۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائداد نہیں۔ میرا گزارہ اسوقت مبلغ ۲۰/- روپیہ انعام پر ہے۔ جو مجھکو سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کی طرف سے ملتا ہے۔ مَیں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ اسکا ۱/۱۰ حصہ تازندگی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہونگا۔ نیز میرے مرنیکے بعد اگر میری کوئی منقولہ وغیر منقولہ جائیداد ثابت ہو تو اسکی بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اسی طرح میری آمد کی کمی وبیشی پر ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ کرتا رہونگا۔ العبد: بدر سلطان اختر مجاہد تحریک جدید۔ گواہ شد: مرزا محمد یعقوب وائس پریذیڈنٹ حلقہ مسجد مبارک۔ گواہ شد: سعید احمد فاروقی واقف زندگی تحریک جدید

نمبر ۵۳۲۹ء۔ منکہ محمد احمد ولد حضرت میاں مہر دین صاحب مرحومؓ قوم ارائیں پیشہ وقف زندگی عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن بوبک ڈاکخانہ ظفروال ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱/۳/۳۹ حسب ذیل وصیت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱۱) گیارھویں مَیں نے دفتر خانے دیکھے ہیں جہاں تمام ریکارڈ رکھے جاتے تھے۔

(۱۲) بارھویں مَیں نے کتب خانے دیکھے ہیں، جہاں پُرانی کتب کے تراجم ہوتے تھے، اور پُرانے علوم کے تراجم ہوتے تھے۔

(۱۳) تیرھویں مَیں نے بازار دیکھے ہیں، جہاں ہر ضرورت کی چیز فروخت ہوتی تھی۔

(۱۴) چودھویں مَیں نے جنتر منتر دیکھا ہے، جو ستاروں کی گردشیں معلوم کرتا تھا، اور حساب سنین بتاتا، یا آئندہ کے تغیرات پر روشنی ڈالتا تھا۔

(۱۵) پندرھویں میں نے ایک وسیع سمندر دیکھا ہے، جس کا گو کنارہ ہے، مگر اس کا اندازہ لگانا انسانی نظر کی طاقت سے بالا ہے، اور جہاز میں بیٹھنے والا اسے بے کنارہ ہی سمجھتا ہے۔

(۱۶) سولھویں مَیں نے آثار قدیمہ کے محکموں کے وہ کمرے دیکھے ہیں، جہاں قدیم چیزیں جمع کی گئی ہیں۔

یہ چیزیں تفصیلاً یا اجمالاً اس وقت میرے ذہن میں آئیں، اور پھر میرے دل نے مجھ سے سوال کیا، کہ کیا تیری زندگی کا یہ بہترین تجربہ ہے؟ اور کیا تُو نے ان سے بڑھکر ایسی ہی چیزیں کہیں اور جگہ نہیں دیکھیں؟ اس سوال پر معًا وہ تمام نظّارے جو میری آنکھوں کے سامنے تھے، غائب ہو گئے، اور ایک نئی دُنیا میرے سامنے آگئی، جس میں یہ تمام چیزیں بہت بڑی شان کے ساتھ، اور بہت اعلیٰ پیمانہ کی ایک ایک کرکے آنکھوں کے سامنے پھرنے لگیں، اور مَیں حیران ہو گیا، کہ یہ سب چیزیں انتہائی شان کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر پھر یہ خیال آنے پر دل پاش پاش ہو گیا، کہ دُنیا ان کو نہیں دیکھتی، اور ان تک لوگوں کی نگاہ نہیں پہونچتی، لیکن پھر یہ خیال کرکے دل خوش بھی ہؤا، کہ یہ سب باتیں دُنیا کو دکھائی جائینگی۔ اس وقت مَیں نے کہا، "مَیں نے پالیا، مَیں نے پالیا" اس موقعہ پر میری توجہ آثارِ قدیمہ کے جس محکمہ کی طرف مبذول ہوئی، اس کا نام قرآن ہے، اور اس کے انچارج کا نام ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس محکمہ کے مَیں نے جو آثار دیکھے، اور جن کی گرد کو بھی دنیا کے آثار قدیمہ نہیں پہونچ سکے، اس کی ایک مثال پیدائش انسانی ہے۔

ہر شخص کے دل میں یہ خواہش پائی جاتی ہے، کہ وہ معلوم کرے، کہ یہ دُنیا کس طرح پیدا ہوئی؟ پہلا انسان کون تھا؟ اور وہ کس تمدّن پر عمل پیرا تھا؟ ان امور کے متعلق لوگوں نے عجیب عجیب باتیں پیش کی ہیں،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس بارے میں سب سے پہلا نظریہ وہ ہے، جو بائبل نے بیان کیا ہے، بائبل پیدائش انسانی کے متعلق یہ تھیوری پیش کرتی ہے کہ:۔

"یہ زمین ویران اور سنسان تھی، اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا، اور خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی، اور خدا نے کہا کہ اُجالا ہو، اور اُجالا ہو گیا، اور خدا نے اُجالے کو دیکھا، کہ اچھا ہے، اور خدا نے اُجالے کو اندھیرے سے جُدا کیا، اور خدا نے اُجالے کو دن کہا، اور اندھیرے کو رات کہا، سو شام اور صبح پہلا دن ہُوا۔ . . . . . . اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کے پانی ایک جگہ جمع ہو دیں، کہ خشکی نظر آئے اور ایسا ہی ہو گیا، اور خدا نے خشکی کو زمین کہا، اور جمع ہُوئے پانیوں کو سمندر کہا، اور خدا نے دیکھا، کہ اچھا ہے۔ اور خدا نے کہا کہ زمین گھاس اور نباتات کو جو بیج رکھتیں، اور میوہ دار درختوں کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق پھلتے جو زمین پر آپ میں بیج رکھتے ہیں اُگاوے، اور ایسا ہی ہو گیا، تب زمین نے گھاس اور نباتات کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق بیج رکھتیں، اور درختوں کو جو پھل لاتے ہیں، جن کے بیج ان کی جنس کے موافق ان میں ہیں اُگایا، اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے . . . . اور خدا نے کہا، کہ آسمان کی فضا میں نیّر ہوں، کہ دن اور رات میں فرق کریں، اور وہ نشانوں اور زمانوں اور دنوں اور برسوں کے باعث ہوں، اور وہ آسمان کی فضا میں انوار کے لئے ہو دیں، کہ زمین پر روشنی بخشیں، اور ایسا ہی ہو گیا، سو خدا نے دو بڑے نور بنائے، ایک نیّر اعظم جو دن پر حکومت کرے اور ایک نیّرِ اصغر جو رات پر حکومت کرے، اور ستاروں کو بھی بنایا۔[1] . . . . . تب خدا نے کہا، کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بنا دیں، کہ وہ سمندر کی مچھلیوں پر، اور آسمان کے پرندوں پر، اور مویشیوں پر، اور تمام زمین پر، اور سب کیڑے مکوڑوں پر، جو زمین پر رینگتے ہیں، سرداری کریں، اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا . . . . . . اور خداوند خدا نے عدن میں پورب کی طرف ایک باغ لگایا، اور آدم کو جسے اس نے بنایا تھا، وہاں رکھا . . . . . . اور خداوند خدا نے کہا

---

[1] گویا تورات کے بیان کے مطابق رات دن پہلے بنے ہیں، اور چاند سورج بعد میں، اسی طرح نباتات پہلے اُگی ہیں، اور سُورج وغیرہ بعد میں بنے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ اچھا نہیں کہ آدم اکیلا رہے، مَیں اس کے لئے ایک ساتھی اس کی مانند بناؤنگا۔۔۔۔۔اور خدا وندخدا نے آدم پر بھاری نیند بھیجی، کہ وہ سو گیا، اور اس نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی نکالی، اور اس کے بدلے گوشت بھر دیا، اور خداوند خدا نے اس پسلی سے جو اس نے آدم سے نکالی تھی، ایک عورت بنا کے آدم کے پاس لایا، اور آدم نے کہا، کہ اب یہ میری ہڈیوں میں سے ہڈی، اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے، اس سبب سے وہ ناری کہلائیگی، کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی"۔ (پیدائش باب ۱ تا ۳)

یہ تورات کا نظریہ ہے جو اس نے پیدائش انسانی کے متعلق پیش کیا۔ انیسویں صدی عیسوی میں جب اس مسئلہ پر زیادہ غور کیا گیا، تو سب سے پہلے ایک انگریز نے جس کا نام ڈارون تھا، انسانی پیدائش کے متعلق ایک نئی تھیوری پیش کی، اور کہا کہ انسان آہستہ آہستہ بنا ہے، اور یہ خیال جو بائبل نے پیش کیا ہے، کہ انسان یکدم بن گیا، درست نہیں ہے، بلکہ آہستہ آہستہ کئی دوروں میں سے گذرتے ہوئے لاکھوں سالوں میں انسان تیار ہؤا ہے، اس کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے، کہ اوّل انسان ارتقائی قانون کے ماتحت بنا ہے، یکدم اپنی موجودہ حالت کو نہیں پہونچا۔ دوّم اس کا یہ ارتقاء بندروں کی قسم کے ایک جانور سے ہؤا ہے، مگر جس جانور سے ترقی کر کے انسان بنا ہے، وہ اب نہیں ملتا، گویا اس کی پہلی کڑی اب مفقود ہے۔

امرِ اوّل کی دلیل اس نے یہ دی ہے، کہ مختلف زمانوں کے انسانوں کی جو کھوپریاں اور جسم وغیرہ ملے ہیں، ان کے دیکھنے سے یہ امر صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے، کہ ان میں بہت بڑا فرق ہے، پس یہ خیال کرنا کہ آج سے لاکھوں سال پہلے بھی انسان اسی طرح تھا، جس طرح آج ہے، غلط ہے مختلف زمانوں کے انسانوں کی کھوپریوں اور جسم کی ہڈیوں کا اختلاف اس امر کا یقینی ثبوت ہے، کہ انسان ارتقائی قانون کے ماتحت بنا ہے، اور یکدم اپنی موجودہ حالت کو نہیں پہونچا۔

دوسری دلیل وہ اس ارتقاء کی یہ دیتا ہے، کہ ماں کے پیٹ میں جب ہم جنین کی ترقی کو دیکھتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے، کہ اس کو اپنی ابتدائی حالتوں میں مختلف قسم کے جانوروں سے مشابہت ہوتی ہے، کبھی وہ جنین خرگوش سے مشابہ ہوتا ہے کبھی مچھلی سے اور کبھی کسی اور جانور سے۔ رحمِ مادر میں بچے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی پیدائش کی یہ مختلف کیفیات دراصل ابتداءِ خلق ہی کی کیفیات ہیں یعنے پچھلے زمانہ میں جن جن جانوروں کی شکل میں سے انسان گزرا ہے، ان ساری شکلوں میں سے ایک بچے کو رحمِ مادر میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

تیسری دلیل وہ اہلِ ارتقاء کی یہ دیتا ہے کہ انسان اور دوسرے جانوروں میں ایسی کئی مشابہتیں پائی جاتی ہیں، جو اس امر کو ثابت کرتی ہیں، کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں" اور انسان کو جسم اپنی منفردانہ حیثیت میں نہیں ملا، بلکہ جانوروں کے جسم کو بھاڑ کر اسے ایک اور جسم حاصل ہوا ہے، چنانچہ گوریلا وغیرہ قسم کے بندروں کو دیکھ لیا جائے، ان کی انسان سے اس قدر شدید مشابہت ہے، کہ یہ نہیں کہا جا سکتا، کہ وہ الگ بنے ہیں، اور یہ الگ۔

امر دوم کی دلیل اس نے یہ دی ہے، کہ بندروں کی بعض اقسام کو انسان سے انتہائی بہت مشابہت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا ارتقاء بندروں کی قسم کے ایک جانور سے ہوا ہے۔ مگر ان کی درمیانی کڑی غائب ہوگئی ہے، اور اس کا ثبوت وہ فاصلہ ہے، جو طبعی طور پر ترقی کے لئے بندروں کی موجودہ قسم اور انسان میں اور بعض ادنیٰ قسم کے جانوروں میں نہ پایا جانا چاہیئے تھا" پس معلوم ہوا، کہ درمیان میں سے کوئی کڑی غائب ہے، تبھی یہ زنجیر مکمل نہیں بنتی۔

جب ڈارون نے انسانی پیدائش کے متعلق یہ فلسفہ پیش کیا، تو اس پر یہ اعتراض ہوا، کہ انسان اور گوریلا میں بہت بڑا فرق ہے، اور یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا، کہ وہ انسانی نسل کے آباء ہوں، تو ہکسلے نے ان اختلافات کو بھی ارتقاء کے ثبوت میں پیش کر دیا، اور کہا، کہ یہ جو اختلاف انسان اور گوریلا میں ہے، اس سے بہت زیادہ اختلاف گوریلا اور بعض دوسری قسم کے بندروں میں ہے، پس اگر ارتقاء میں بعض بندر دوسرے بندروں سے اس قدر دُور جا سکتے ہیں، تو انسان گوریلا سے کیوں دُور نہیں جا سکتا؟ پس یہ اختلاف ارتقاء کے خلاف نہیں، بلکہ اس کا ایک ثبوت ہے۔

موجودہ تحقیق، جو قریب کے زمانہ میں ہوئی ہے، اور جس کے مؤید پروفیسر جونز اور ڈاکٹر اسبرن ہیں، وہ یہ ظاہر کرتی ہے، کہ گو انسان نے ارتقاء سے ترقی کی، مگر وہ حیوانات کی نسل سے بہت پہلے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتا ہوں۔ ہم چار بھائیوں کی مشترکہ ۴ کنال زرعی زمین واقع موضع بوبک میں ہے جسکی موجودہ قیمت تقریباً بارہ سو روپیہ ہے ایک مکان بوبک میں ہے وہ بھی ہم چار بھائیوں میں مشترک ہے جسکی قیمت اندازاً دو صد روپیہ ہے میں اس جائداد میں سے اپنے چوتھائی حصہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اگر میں اپنی زندگی میں اس جائداد کے وصیت کردہ میں سے کوئی جائداد یا رقم حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر کے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد حصہ وصیت کردہ سے منہا کردیجائیگی۔ اس وقت میرا گذارہ ماہوار پندرہ روپے الاؤنس پر ہے جو سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہُ اللہ بنصرہٖ کی طرف سے بطور انعام ملتا ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اس ماہوار الاؤنس کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا انشاء اللہ۔ ۱ و ۲ کے علاوہ اگر میری کوئی اور جائداد ثابت ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد:۔ محمد احمد مجاہد تحریک جدید۔ گواہ شد:۔ مرزا محمد یعقوب وائس پریزیڈنٹ حلقہ مسجد مبارک۔

گواہ شد:۔ سعید احمد فاروقی قائم مقام زعیم مجلس خدام الاحمدیہ محلہ دار الفضل قادیان:

امرت بوٹی رجسٹرڈ گورنمنٹ آف انڈیا

امرت بوٹی کے استعمال کرنے سے کمزور سے کمزور انسان مضبوط اور طاقتور ہوجاتا ہے۔ امرت بوٹی تمام بے احتیاطیوں کے لئے زبردست اکسیر ہے۔ امرت بوٹی بوڑھوں اور کمزوروں کو طاقت بخشتی ہے۔ امرت بوٹی مردانہ کمزوریوں اور کثرت پیشاب۔ کمزوری مثانہ۔ ذیابیطس وغیرہ کا نام و نشان مٹا دیتی ہے۔ علاوہ ازیں امرت بوٹی کے استعمال کرنے سے معدہ۔ دل۔ جگر۔ دماغ قوی اور مضبوط ہوجاتے ہیں۔ ایسے نوجوان جو دبلے پتلے۔ کمزور رہتے ہوں۔ ان کے لئے ایک بہترین اکسیر ہے۔ قیمت ۵۰ گولی کی شیشی ۶/۔ ۱۰۰ گولی معہ برقی مالش ۱۲/۔

پائرس ٹوتھ پاؤڈر اینڈ پائرس لوشن:۔ پائیریا۔ ماسخورہ و دیگر جملہ امراض دندان کیلئے یہ دونوں اکسیریں بہت مفید اور سالہا سال کی مجرب ہیں۔ قیمت ہر دو اکسیرات صرف ۳/۔

ملنے کا پتہ:۔ **مینیجر احمدیہ یونان فارمیسی رجسٹرڈ جالندھر کینٹ پنجاب**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں

صرف تیس ۳۰ روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں، جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر چھ ہزار صفحوں کی ہیں، صرف تیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں، بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:-

براہین احمدیہ حصہ اوّل و دوم و سوم و پنجم

آئینہ کمالات اسلام

جنگ مقدس

سرمہ چشم آریہ

ازالہ اوہام مکمل

شہادۃ القرآن

نور القرآن ہر دو حصہ

انجام آتھم

ایام الصلح

مسیح ہندوستان میں

تریاق القلوب

خطبۂ الہامیہ

گورنمنٹ انگریزی اور جہاد

لُجۃ النُّور

تحفہ گولڑویہ

اربعین ہر چہار حصہ

اعجاز المسیح

نزول المسیح

کشتی نوحؑ

اعجاز احمدی

نسیم دعوت

تذکرۃ الشہادتین

حقیقۃ الوحی

چشمۂ معرفت

سب کتابیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ کم از کم دو روپے پیشگی ارسال فرمادیں۔ اپنا نام مع مکمل پتہ صاف تحریر فرمادیں۔ اگر ریلوے پارسل کے ذریعہ کتابیں منگوانی ہوں تو ریلوے سٹیشن کا نام بھی تحریر فرمائیں محصول بذمہ خریدار ہوگا

ملنے کا پتہ:- مینیجر رسالہ ریویو اُردو۔ قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے مالکان کے لئے شائع کیا)